مسلسل اشاعت کے چالیس سال

بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

476-77

ربیع الاول، ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ

اپریل، مئی 2005ء

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم ! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمد للہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک و بیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تاقیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جوکہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف سوا کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیراثر حلقہ احباب واہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ۔**

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یوبی ایل اکوڑہ خٹک 01-7 نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5 - 17 - 5

مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 1120 - 6

Email: haqqania@nsr.pol.com.pk OR editor_alhaq@yahoo.com

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماهنامہ
الحق
اکوڑہ خٹک

جلد نمبر ---- 40
شمارہ نمبر ---- 7-8
ربیع الاول، ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ
اپریل، مئی ۲۰۰۵ء

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران
حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر
حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

17/5/05

اس شمارے کے مضامین

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کیساتھ یورپ کے امتیازی سلوک کے مضمرات و محرکات (ادارہ) ۲

واقعہ کی مناسبت سے قومی اخبارات کے تبصرے اور کالمز .... (ادارہ) ۱۳

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال۔ (درس ترمذی) ...... حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ ۳۰

کمالات ومحاسن خیر الامم .... حضرت مولانا محمد انوار الحق صاحب ۳۵

عصر حاضر میں جہاد سے متعلق مسائل ...... (بحث ونظر) .... جناب محمد مشتاق احمد ۴۰

تبصرہ کتب .... مدیر کے قلم سے ۶۲

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار حضرات کے خیالات وآراء سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر (0923)630340-630435

ای میل: Email: haqqania@nsr.pol.com.pk OR editor_alhaq@yahoo.com

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/20 روپے سالانہ -/200، بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر

پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

کمپوزنگ: بابر حنیف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کے ساتھ یورپ کے امتیازی سلوک کے مضمرات ومحرکات

گزشتہ دنوں ۲۷/ اپریل ۲۰۰۵ء کو حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ دورۂ یورپ سے واپس پہنچے تو جامعہ دارالعلوم حقانیہ پہنچنے پر ہزاروں افراد نے دورویہ کھڑے ہوکران کا استقبال کیا۔ اور ''فاتح یورپ، مردمومن مردحق سمیع الحق سمیع الحق'' کے نعروں سے خیر مقدم کیا۔ اس موقع پر بعداز نماز مغرب حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے جامع مسجد میں یورپی دورے کے حوالے سے اہم خطاب فرمایا۔ جسے ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے من وعن پیش کیا جارہا ہے۔ موقع کی اہمیت اور حالات حاضرہ کے تناظر میں یہ اہم خطاب اداریے کے صفحات پر پیش خدمت ہے۔ (ادارہ) (نقل وترتیب حافظ عرفان الحق حقانی)

قابل قدر طلباء اور معزز اساتذہ کرام! میں آپ کے اس استقبال اور اظہار محبت پر نہایت ممنون وشکر گزار ہوں۔ میری اپنی خواہش بھی یہی تھی کہ اپنے طلباء کرام سے جلد از جلد ملاقات ہو۔ اس موجودہ مسئلہ کی تفصیلات آپ روزانہ سنتے اور دیکھتے ہوں گے۔ ملکی اور غیر ملکی پریس میں ذکر آرہا ہے۔

شر سے خیر کا پہلو:

دورہ حدیث شریف کے طلباء کو یاد ہوگا کہ میں نے جاتے وقت کلاس میں اشارتاً کہا تھا کہ ہمارا ایک بیرونی سفر ہے۔ آپ دعا کریں کہ اللہ یہ سفر سیر وسیاحت کی بجائے دین کے فائدے کا سبب بنائے۔ یورپ کا سفر کب دین کے لئے ہوسکتا ہے؟ لیکن اللہ تعالیٰ دین کی حفاظت کرتا ہے اور شر سے خیر کا پہلو نکال لیتا ہے۔ یہ سب آپ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ حضرت شیخ الحدیث (مولانا عبدالحق ؒ) کے مزار پر بھی میں نے یہی دعا کی تھی کہ یہ سفر جیسا بھی ہے یا اللہ اس کے ذریعے مجھے یورپ میں اپنے طلباء، دینی اداروں اور جہاد واسلام کا ترجمان بنادے۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح غیبی اسباب مہیا کئے وہ لوگ خاص طور پر مجھ سے پریشان نظر آرہے تھے اور اسی لئے امتیازی سلوک روا رکھا، تحقیر و تذلیل کی جرأت تو انہوں نے کی ہی نہیں اور الحمدللہ نہ کرسکتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہی کیا کہ مجھے ایک کمرے میں

بڑے احترام کے ساتھ بٹھایا اور ہمارا وفد باہر ٹھہرا رہا اور کہا کہ ہم ان سے کچھ معلومات کرتے ہیں ۔ براہ راست مجھ سے پوچھ کچھ نہیں کررہے تھے' کمپیوٹر سے میرا پاسپورٹ چیک کیا' پھر اپنے حکمرانوں سے رابطہ میں رہے کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے ۔شاید خیال یہ تھا کہ کسی طرح انہیں گھیر گھار کر واپس کردیں گے ۔

اراکین وفد کا مضبوط سٹینڈ:

ہمارے وفد میں بڑے مضبوط اور بااثر لوگ تھے ۔اس میں مسلم لیگ نواز گروپ کا ممبر سردار مہتاب عباسی بھی تھا' جماعت اسلامی کے پروفیسر خورشید احمد بھی تھے ۔پیپلز پارٹی اور بینظیر و زرداری صاحب کے خاص معتمد وکیل سردار لطیف کھوسہ بھی تھے ۔ چار افراد اپوزیشن کے اس وفد میں شامل تھے ۔اور چار افراد حکومتی گروپ مسلم لیگ (ق) سے تعلق رکھنے والے تھے اس وفد کے لیڈر ہماری فارن کمیٹی کے چیئرمین سید مشاہد حسین تھے' ہم سب وفد کے ارکان فارن کمیٹی کے ممبر تھے ۔جس کا کام مختلف امور پر بیرونی ممالک سے مذاکرات اور گفت وشنید کرنا اور خارجہ پالیسیوں کو ڈسکس کرنا ہوتا ہے ۔اس موقع پر میرے ان ساتھیوں نے بڑا مضبوط سٹینڈ لیا۔ بظاہر یہ لوگ یورپ سے بڑے مرعوب ہوتے ہیں مگر ان سب نے یہ قطعی فیصلہ کیا کہ ہم سب ائر پورٹ سے مولانا کے ساتھ واپس ہو جائیں گے ۔

بیچ میں ہمارے وفد کے ساتھی بار بار پوچھتے بھی رہے کہ یہ سب کچھ کیوں کررہے ہو' یہ تو پارلیمنٹ کا وفد ہے ان کے حالات آپ کو معلوم ہیں' ہر ممبر کی تفصیلات اور بائیو ڈیٹا آپ کے پاس پہلے سے موجود ہوتا ہے ۔تو انہوں نے جواب میں کہا کہ ہم وزیر داخلہ کے حکم سے مجبور ہیں' ہمارے دفاتر بند ہوگئے اور ہمیں خصوصی طور پر شام 6:00 بجے احکامات جاری کئے گئے' کہ ائر پورٹ پہنچیں ۔ہم برلن سے پونے سات بجے بلجیئم پہنچے تھے ۔ ایسا لگتا تھا کہ وزارت داخلہ کا پورا دفتر ہی ایئر پورٹ منتقل کیا گیا ہے' گویا کوئی بہت بڑا طوفان آنے والا ہے ۔ایک مولوی اور طالب علم کسی کے ساتھ کیا کرلے گا ۔لیکن یہ ایک خدائی دہشت وہیبت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ان پر طاری کردیا ۔ اگر کوئی افغانستان کے غاروں میں بیٹھے ہیں یا وزیرستان کی سرنگوں اور وادیوں میں لیکن وہ ڈر کے مارے لرز رہے ہیں ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نصرت بالرعب مسیرۃ شہر اسلام کی حقانیت کی ہیبت اللہ نے ان پر طاری کررکھی ہے ۔

وہاں ایک ہلچل مچی ہوئی تھی جب وہ سمجھے کہ اب یہ ممبران (وفد) حالات خراب کررہے ہیں تو مجھے اس تفتیشی کمرے سے واپس لایا گیا' کچھ دیر بعد میرا پاسپورٹ اور سفری دستاویزات بھیج دیئے گئے ۔اور مجھ سے ایک کاغذ پر دستخط کروائے گئے کہ اگلے ۲۴ گھنٹے کے اندر مجھے بلجیئم سے جانا ہوگا ۔

یورپی یونین کا وفد سے ملاقات سے انکار:

دوسرے دن صبح وہاں یورپی پارلیمنٹ کے لوگوں سے ملاقات تھی ۔ ماسوائے انگلینڈ کے یورپ کے تمام ممالک کا جس میں درجنوں ممالک ہالینڈ' جرمنی' فرانس وغیرہ شامل ہیں ان کی ایک مشترکہ پارلیمنٹ ہے اور ان کا آپس

میں مشترکہ نظام ہوتا ہے ان (یورپی پارلیمنٹ) کی مختلف کمیٹیاں ہیں' جیسے خارجہ امور کے لئے علیحدہ' ساؤتھ ایشیاء کی علیحدہ' پہلے سے یہ سب پروگرام طے ہو چکے تھے۔ ان کی ایک بائیس رکنی کمیٹی کے ساتھ ہماری ملاقات تھی پھر کچھ اور گروپوں کے ساتھ پروگرام تھا۔ ہم صرف چوبیس گھنٹے کے لئے بلجیئم گئے تھے۔ شام کو واپس لندن جانا تھا' ہوٹل میں ہم صبح کا ناشتہ کر رہے تھے کہ اس دوران ہمارے وفد کے لیڈر کے پاس پاکستانی سفارتخانے کا ایک ذمہ دار افسر آیا اور اس کے کان میں کچھ کہا اور جناب مشاہد صاحب میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ یہ لوگ تو بڑے بداخلاق ہیں' پیغام بھجوایا ہے کہ آپ کے ساتھ ہماری ملاقات میں مولانا سمیع الحق نہیں آئیں گے۔ یورپی یونین کا گروپ ان کے ساتھ ملاقات کرنے سے معذور ہے۔ مولانا کے علاوہ اگر وفد کے دیگر ارکان آنا چاہتے ہیں تو وہ بخوشی آ سکتے ہیں۔ ہمارے وفد کے سربراہ مشاہد حسین نے بغیر کسی تردد کے اسی وقت ان کی پیشکش کو مسترد کر دیا اور کہا کہ اگر ملنا ہے تو مولانا سمیع الحق کے ہمراہ ملیں گے ورنہ ہمیں بھی نہیں ملنا۔ آپ اس پر سوچ لیں پھر ہمیں جواب دیں۔ ہمارے وفد کی مولانا کے بغیر ملاقات کی کوئی خواہش نہیں ہے۔ ہمارا گمان یہ تھا کہ یہ لوگ دوبارہ کوئی اطلاع دیدیں گے کہ ہم اپنا فیصلہ واپس لیتے ہیں لیکن انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ ہم سمجھ گئے کہ وہ اپنا فیصلہ واپس نہیں لیتے۔ ہم سب نے بھی مل کر اتفاق سے اس ملاقات کا پروگرام منسوخ کر دیا۔

انسانی حقوق کی تنظیموں کا ڈرامہ:

بعد میں ہمیں پتہ چلا کہ یہ کوئی ہنگامی فیصلہ نہ تھا۔ پہلے سے وہاں یورپی یونین وغیرہ کے کچھ افراد نے مختلف قسم کی افواہیں پھیلا رکھی تھیں۔ نام نہاد انسانی حقوق کی تنظیموں نے مظاہرے کر رکھے تھے اور احتجاجی بینرز لگا رکھے تھے' بعض لوگوں نے بتایا کہ جلوس نکالنے کا ارادہ بھی کئے ہوئے تھے۔ لیکن پولیس نے روک دیا۔ بینروں پر ان کی طرف سے یہ لکھا ہوا تھا کہ سمیع الحق بہت بڑا خطرناک آدمی ہے۔ یورپی پارلیمنٹ اس کا استقبال نہ کرے۔ رات دس بجے ہم پہنچے تھے۔ صبح اس ملک کا ایک بڑا اخبار آیا۔ اسی رات ان کا بڑا پوپ ویٹیکن سٹی میں منتخب ہوا تھا اور یہ ایک بڑی خبر تھی۔

مغرب کی رجعت پسندی اور بنیاد پرستی:

خود یہ لوگ رجعت پسندی اور بنیاد پرستی میں اتنے ڈوبے ہیں کہ آپ ایک مہینے سے دیکھ رہے ہیں کہ پوپ کی موت کو مسیحیت پھیلانے کا ذریعہ بنایا گیا۔ ٹیلیویژن وغیرہ پر اس کو خوب پھیلایا گیا۔ دقیانوسی دور ظلمت اور جاہلیت کے دور کی رسومات تھیں تابوت کو سجدے کئے جا رہے تھے۔ وہ وہ رسومات کئے گئے کہ اس کے ذریعے انہوں نے پوپ کی لاش کو مسیحیت کی تبلیغ کا ذریعہ بنایا۔ بہرحال اس اخبار کا پہلا صفحہ مکمل عیسائیت کی ترجمانی اور پوپ کی تاج پوشی سے بھرا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے ایک غیبی انتظام کر رکھا تھا۔ اخبار کا دوسرا آخری صفحہ مکمل ایک مولوی یعنی میری کہانی سے بھرا پڑا تھا۔ ساتھی ہنس رہے تھے کہ ان کے پوپ کے ساتھ ہمارے ایک مولوی کا مقابلہ ہوا۔ بڑی

تصاویر لگائی ہوئی تھیں اور لکھا تھا کہ یورپی پارلیمنٹ آج ایک بڑے ہی خطرناک دہشت گرد کا استقبال کررہی ہے۔یعنی اس پر احتجاج کیا تھا۔تفصیلات میں اس ملک کی اپنی زبان میں طلباء دارالعلوم حقانیہ و نظام نصاب تعلیم اور اسامہ بن لادن کی کہانیاں لکھی تھیں۔اسامہ بن لادن کے متعلق لکھا تھا کہ وہ ان کا (سمیع الحق) کا ماتحت ہے۔یہ بھی لکھا تھا کہ انسانی حقوق کی تنظیموں نے احتجاج کیا ہے اور مطالبہ کررکھا ہے کہ یورپی پارلیمنٹ پر اس شخص کا سایہ بھی نہ پڑنے پائے' ورنہ یہ ہمارے ممبروں پر اثر انداز ہوجائے گا۔اسے یورپی پارلیمنٹ سے دور رکھا جائے۔ بظاہر ان احتجاجوں کی وجہ سے یورپی پارلیمنٹ نے یہ حرکت کی۔ یا از خود ایسا گراؤنڈ بنایا مگر یہ بہرحال اخلاقی اقدار جمہوریت' مہمان نوازی اور انسانی حقوق غرض ہر اعتبار سے منافی حرکت تھی۔ایک معزز پارلیمنٹ کا وفد ان کے ساتھ مذاکرات اور بات چیت کے لئے آرہا ہے اور یہ اپنے مہمانوں سے مذاکرات اور بات چیت کے لئے بھی تیار نہیں ہورہے ہیں۔

ان کو شاید خطرہ تھا کہ یہ شخص جیب میں چھپا کر کوئی بم لائے گا اور پارلیمنٹ میں داغ دے گا۔ ہر چیز اور ہر بات ان کو اب دہشت گردی اور تخریب کاری لگتی ہے۔اس سے ان کی ذہنیت کی عکاسی ہوتی ہے۔اس کے بعد ہم لندن گئے' جاتے وقت کچھ نہیں ہوا اور وفد کو میرے معیت میں جانے دیا گیا۔ہم نے وہاں پر پروگراموں میں شرکت کی نہ صرف علماء اور پاکستانیوں سے خطاب کیا بلکہ ان کی یونیورسٹیوں میں بھی جانے' بات چیت کرنے اور خطاب کا بھی موقع ملا۔ہم نے برٹش گورنمنٹ کے رویے کی تعریف کی مگر لندن کے واپسی پر ہیتھرو ائیرپورٹ واپسی کے سارے مراحل طے ہونے کے باوجود پھر تفتیشی افسروں نے وہی سلوک کیا ایک کمرے میں بٹھا کر کاغذات کی جانچ پڑتال کی گئی اور اس کی فوٹو سٹیٹ کئے گئے۔ میں نے احتجاج کیا کہ ایسا رویہ کیوں ہے؟ جواب ملا کہ اس کا جواب ہماری وزارت خارجہ کے پاس ہوگا۔الغرض یہ سب کیوں ہوا؟ تو اصل بات یہ ہے کہ یہ اس صدی کی فیصلہ کن صلیبی جنگ ہے۔

اہانت نہیں انعام الٰہی:

اور یہ میری اھانت اور توہین کا مسئلہ نہیں ہے کچھ اخبارات نے بھی لکھا تھا کہ اہانت آمیز سلوک کیا گیا میں نے اس پر کہا کہ یہ اہانت تو نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام ہے۔اس سارے سلسلے کو میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے احسان و کرم جانتا ہوں اور اسکو ذریعہ نجات و توشہ آخرت سمجھتا ہوں کہ یا اللہ میں عاجز اور گناہ گار آدمی ان کی آنکھوں کا کانٹا ہوں اور ان کے سینوں کے لئے ناسور بن چکا ہوں۔دشمن کی نظر میں جو آدمی بڑا خطرناک ہو اس سے نفرت کرتے ہیں تو ہم سب کے لئے یہ بہت بڑا اعزاز ہے'صرف میرے لئے نہیں آپ طلباء کے لئے' دارالعلوم کے لئے تمام دینی قوتوں کے لئے یہ ایک الٰہی اعزاز ہے میں اپنے رب کا اس پر شکر گزار ہوں کچھ حاسدین نے حسد کی وجہ سے کیا کیا فقرے کسے کہ یہ اہانت کا مستحق تھا۔کس کس قسم کے تبصرے اس پر آئے' ان کی طرف سے وہ کدورت بھی باہر آئی' جو

ان کے دلوں میں تھی۔اللہ تعالیٰ نے دنیا کو دکھلا نا تھا کہ کون امریکہ و یورپ کا سچا دشمن ہے اور کون منافقین ہیں ؟

برسوں کی جدوجہد اور مغرب کا رویہ:

اس جنگ میں ہمارے برسہا برس صرف ہوئے۔یہ کوئی نئی بات نہیں کہ ہم ان سے اپنے آپ کو چھپائیں۔ آپ سب طلباء کے علم میں ہوگا کہ گزشتہ آٹھ برس سے مغربی قوتوں کے ساتھ ہماری بات چیت ہوتی رہتی ہے۔ہم ان کا حقانیہ میں خیر مقدم کرتے ہیں۔اسلامی اخلاق اذ مہمان نوازی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔گھنٹوں ان کو سمجھاتے ہیں۔ طلباء اکثر اس پر خفا بھی ہوتے تھے کہ ان کو مت آنے دو۔لیکن میں کہتا کہ نہیں یہ تو دعوت وتبلیغ کے دروازے بند کرنے ہیں انہیں آنے دو کہ حقائق ملاحظہ کریں۔اسلام میں کہاں دہشتگردی ہے؟ اسلام تو امن وسلامتی کا دین ہے۔اور جہاد ضروری ہے۔ جہاد تو دہشتگردی کے قلع قمع کیلئے ہے۔لیکن یہ لوگ (مغرب) مکالمے کے لئے تیار نہیں ہوتے نہ تو وہ مذاکرات کے قائل ہیں اور نہ ہی افہام وتفہیم کے۔ہم کہتے ہیں کہ وقت کی ضرورت ہے کہ تم بات چیت کے لئے تیار رہو۔بعض باتیں جو تم لوگوں تک پہنچتی ہیں ان کا جواب سنو‘ جہاد کے بارے میں‘ اسلام کے بارے میں‘ تم لوگوں نے جو دنیا تباہی کی طرف روانہ کر رکھی ہے۔ پہلے تو حقائق سمجھ لو لیکن ان مذاکرات اور مکالمات کے لئے وہ کسی قیمت پر تیار نہیں ہوتے ہیں۔اس لئے کہ انہوں نے اپنے لوگوں کو تاریکی میں رکھا ہے وہ اپنی پارلیمنٹ کے ممبروں سے بھی حقائق چھپاتے ہیں اور جہاں ان کے سامنے حقائق بیان کئے جاتے ہیں تو ہم نے دیکھا ہے کہ وہاں بہترین اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

اس دورے میں ہم پہلے جرمنی گئے تھے۔جرمنی میں ان لوگوں نے بڑا اچھا سلوک کیا۔انہوں نے پروگرام مرتب کئے تھے۔دو دن کے دوران ہم نے دس گروپوں کے ساتھ ملاقاتیں کیں۔ناشتے پر‘ کھانے پر‘ رات صبح ہر وقت بات چیت رہی۔وہ مجھ میں خاص دلچسپی لیتے تھے۔کیونکہ وقت کا اہم مسئلہ یہی ہے۔اسلام اور دہشت گردی و جہاد وغیرہ ۔ان لوگوں کی اس میں زیادہ دلچسپی تھی۔انہیں ہمارے وفد کے ارکان نے بتایا بھی کہ طالبان اور افغانستان کے بارہ میں ۔(وہ اس بات کو پہلے سے بھی جانتے تھے) جو باتیں پوچھنی اور کرنی ہیں وہ ان سے کرلیں۔ڈپٹی وزیر خارجہ اپوزیشن کے لیڈر اور ایشیائی گروپوں کے پارلیمانی سربراہان نے میرے ساتھ برلن میں کھل کر باتیں کیں۔میں نے بھی اس موقع کو غنیمت سمجھا اور کہا کہ تم لوگ غلط فہمی میں پڑے ہو اور امریکہ سپر طاقت کے پروپیگنڈے کی زد میں آئے ہو۔

قربانیاں اور یورپ کی ناشکری:

میں نے انہیں بار بار جرمنی برطانیہ اور مختلف مقامات میں کہا کہ تم لوگ اتنے ناشکرے ہو کہ دنیا کی عظیم قربانی ہم نے دی۔پاکستان اور افغانستان نے روس کے خلاف اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا۔افغان قوم نے 20 لاکھ افراد کی قربانیاں دیں۔کئی لاکھ اپاہج دمفلوج ہو گئے۔50 لاکھ دربدر ہو گئے۔جرمنی‘ پاکستان‘ ایران سب مہاجرین سے

بھرے ہیں۔ 15 سالہ طویل جدوجہد اور جہاد کا ثمر کیا نکلا؟ سوویت یونین ہماری قربانیوں سے تہس نہس ہوا۔ تمہارے سروں پر وہ ایک عذاب کی شکل میں مسلط تھا وہ ہماری جدوجہد کے نتیجے میں ختم ہوا۔ کل ہی روس کے صدر پیوٹن کا پارلیمنٹ میں سالانہ خطاب تھا۔ اس نے کہا ہے کہ روس کی شکست اس صدی کا سب سے بڑا خسارہ ہے۔ یعنی اتنا بڑا خسارہ کفار کو اس صدی میں نہیں پہنچا جتنا کہ روس کے ٹوٹنے سے پہنچا۔ یہ بڑا خسارہ کس چیز کے ذریعہ پہنچا۔ وہ جہاد کی برکت ہے۔ پھر تمام مشرقی یورپ کمیونسٹوں کے قبضہ اور شکنجہ میں تھا۔ وہ جہاد اور ہماری برکت سے آزاد ہوا۔ تمہارے یورپ کا آدھا حصہ اور سنٹرل ایشیا کی ریاستیں اس جہاد کے ذریعہ کمیونسٹوں کے تسلط سے آزاد ہوئے۔

دیوار برلن اور جرمن قوم کی تقسیم:

اور میں نے ان سے کہا کہ یہ برلن کی دیوار جس پر ہم اس وقت کھڑے ہیں یہ پچاس ساٹھ برس تک حائل رہی۔ یعنی ایک شہر کے بیچوں بیچ مکمل ایک دیوار تھی اس کے ایک طرف کمیونسٹوں کا برلن تھا اور دوسری طرف مغربی تھے جس کی تاریخ یہ ہے کہ جنگ عظیم کے اختتام پر یہ فیصلہ ہوا کہ جو فوجیں جہاں جہاں پہونچی ہیں وہیں پر رک جائیں۔ جو علاقہ جس کے قبضہ میں ہے اسی کا ہو گیا۔ پھر وہاں دیواز بنائی گئی جس کے آر پار کوئی آجا نہیں سکتا تھا۔ باپ اِس طرف رہ گیا اور بیٹا اُس طرف۔ بیوی اِدھر اور شوہر اُدھر۔ پورا ایک شہر آدھا کر دیا گیا۔ ان پچاس ساٹھ برسوں میں کوئی اس طرف سے اس طرف نہ پھلانگ سکتا تھا نہ جھانک سکتا تھا دوطرفہ پولیس تعینات تھیں۔ اگر کوئی پھلانگنے کی کوشش کرتا تو اسے موقع پر شوٹ کر دیتے۔ وہ دیوار (برلن) ہم نے دیکھی اور اس پر آج بھی جگہ جگہ گولیوں کے نشانات بھی تھے۔

جرمن قوم کو تقسیم کر کے کمیونسٹوں نے جدا کر دیا تھا۔ جب ہم مسلمان جہاد میں کامیاب ہوئے اور روس تہس نہس ہوا تو دیوار برلن تم نے نہیں توڑی در حقیقت اس کا توڑ جہاد' اسلام اور طالبان کے نتیجہ میں آیا اور تم جرمن قوم ایک ہو گئے۔ دوسری طرف اس کے نتیجہ میں تمہارا آقا بُش (امریکہ) واحد سپر پاور بنا۔ میوہ پک گیا تو دامن تم لوگوں نے اس سے بھر لئے اور جن لوگوں نے اس میں قربانیاں دیں ان کیساتھ کیا سلوک کیا گیا؟ افغانستان کو دوبارہ غلام بنا دیا گیا ان بیس لاکھ افراد کی قربانیوں کو ضائع کر دیا اور نیا آقا امریکہ ہمارے سروں پر بٹھا دیا گیا۔ پاکستان نے 12 سالہ جہاد میں اپنی تمام قوت داؤ پر لگا دی ممکن تھا کہ روس آ کر پاکستان کو بھی قبضہ کر لیتا لیکن ہم نے ان باتوں کو نہ دیکھا۔ مگر فتح کے بعد تم نے پھر آ کر افغانستان کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ پھر وہاں خانہ جنگی شروع ہو چکی ہے ہمارے پاکستان کو ایک گونہ غلام بنا دیا افغانستان کے غلام بنانے کیلئے پاکستان کو استعمال کیا گیا' ہماری سرزمین' ہماری فوجیں' ہمارے ہوائی اڈے سب استعمال کئے گئے۔

دہشتگردی کی پگڑی اور تمغہ

میں نے انہیں کہا کہ تم لوگ ان سب باتوں پر غور اور سوچ کر لو آج وقت اگر کم ہے اور ابھی جواب نہیں دے

سکتے ہو تو کسی اور موقع پر اس کا تجزیہ کرو کہ یہ کہاں کا انصاف اور معیار ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ہمیں تمغے دیتے اور اپنے سروں پر بٹھا کر رکھتے کہ تمہیں اتنے فائدے افغانستان اور پاکستان کی توسط سے ملے لیکن تم اتنے نمک حرام اور ناشکرے لوگ ہو کہ ہمیں تم نے تمغہ دیا کہ یہ دہشت گرد ہیں، ہمارے سر پر دہشتگردی کی پگڑی باندھی کہ یہ تخریب کار و دہشت گرد ہیں۔ اسی دہشتگردی (جہاد) کی برکت سے یہ سب کچھ تمہیں ملا ہے۔ اسوقت تو تم لوگ ہمیں سرخ قالینیں بچھایا کرتے تھے۔ صدر ریگن اور بڑے بُش کا حکم تھا کہ ان افغان مجاہدین کا استقبال کیا کرو۔ ہمارے بوڑھے اور بڑے ''دہشتگرد'' مولوی یونس خالص صاحب کو صدر نے وائٹ ہاؤس میں دعوت دی، وہ بھی الحمدللہ ٹر کا بچہ تھا جاتے ہی امریکی صدر کو اسلام کی دعوت دی۔

میں نے انہیں کہا کہ یہ سب حاصلات پانے کے بعد تم لوگ یکسر بدل گئے۔ اس رویہ کا جائزہ لو کہ ہمارا سب کچھ آج تمہیں برا لگتا ہے۔ تو ان باتوں کا میں نے ان پر بڑا اثر محسوس کیا۔ خاموشی سے سنتے رہے اور کسی قسم کی بحث نہ کی۔

ہمارے نظام مدارس اور مفت تعلیم پر تعجب:

ایک صبح ڈپٹی وزیر خارجہ کے ساتھ ہمارا برلن میں ناشتہ تھا اس نے مدرسوں سے متعلق کافی بات چیت کی۔ ہمارے وفد کے دیگر اراکین کو تو اُس بارے میں زیادہ علم نہیں تھا۔ دینی مدارس کا نظام اور نصاب کا ذکر آتا تو میں ہی جوابات دیتا رہا۔ اتنے کم ظرف لوگ ہیں کہ اس نے ایک اعتراض کیا کہ آپ لوگوں نے یہ کیا تماشہ بنا رکھا ہے، لوگوں سے چندے بٹورتے ہو اور غریب غرباء کو بٹھا کر مفت تعلیم دیتے ہو۔ اس کا کیا مطلب ہے کہ تم مفت تعلیم دیتے ہو۔ میں نے حیرت سے سوچا کہ خدایا یہ کیسے عجیب لوگ ہیں کہ ایک طرف تو یہ شور و غوغا ہے کہ تعلیم عام کرو دوسری طرف مفت تعلیم دینے پر تعجب کرتے ہیں تو میں نے اسے مختصراً بتایا کہ تم اسلام سے واقف نہیں ہو۔ اسلام کہتا ہے کہ تعلیم بیچنے کی چیز نہیں ہے۔ تعلیم بیچی نہیں جائے گی بلکہ اسے مفت دیا جائے گا۔ اسلام تعلیم کو بنیادی ضرورت سمجھتا ہے۔ اس لئے ہم لوگوں سے چندے جمع کرتے ہیں۔ دامن پھیلاتے ہیں کہ تعلیم بیچنے کی چیز نہیں ہے۔ تم لوگوں نے اسے بیچنے کا شئے بنا دیا۔ اگر ہمارے مدارس میں کروڑ پتی بھی آئے وہ غریب نہ بھی ہو تو اسلام کہتا ہے کہ تعلیم پر اجرت نہیں لی جائے گی، ہمارے فقہاء کا یہ مسئلہ ہے کہ استاد اس تعلیم پر اجرت نہیں لے گا، امام ابوحنیفہؒ کی رائے ہے کہ یہ تنخواہ لینا بالکل حرام ہے۔ کیا تم لوگوں کا دین اور مغربی نظام اس بات کا تصور کر سکتا ہے؟ یہاں تو ٹیچر ایک ایک منٹ بیچتا ہے۔ ایک پیریڈ اس یونیورسٹی میں اور ایک کسی دوسری یونیورسٹی میں ایک ٹیلیفون پر شام تک اس نے علم بیچنے کے لئے ایک بازار لگا رکھا ہے۔ میں نے اسے کہا کہ تمہیں تو اس پر خوش ہونا چاہیے اور اسلام کے اس نظریئے کی تحسین کرنی چاہیے۔

دنیا دہشت گردی کے کنٹرول میں:

آگے اللہ تعالیٰ نے ایک موقع لندن میں دیا۔ وہاں بریڈفورڈ میں ایک یونیورسٹی تھی، جہاں ہمارے وفد کے

چند ارکان کی تقاریر کا پروگرام رکھا گیا تھا۔ اتفاق سے ایسا ہوا کہ ہمارے چیئرمین مشاہد حسین کہیں رہ گئے اور اس موقع پر پہنچ نہ سکے، تو ہمارے ساتھیوں نے کہا کہ اب تو بات آپ کے لئے رہ گئی۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا۔ میں وہاں یونیورسٹی گیا، ہال میں سٹوڈنٹس ٹیچرز اور وائس چانسلر تک جمع تھے، انہوں نے ہمارا استقبال کیا۔ میں نے وہاں بھی اسلام مسلمانوں اور سلامتی کی باتیں کیں اور کہا کہ اسلام اور رسول اللہ ﷺ جب اس دنیا میں آئے تو دنیا ساری دہشتگردی کے نرغے میں تھی۔ کسریٰ وقیصر اور فراعنہ وقت نے دنیا تباہ و برباد کر کے رکھ دی تھی۔ اسلام نے لوگوں کو ان سے نجات دلائی۔ اسلام کی یہ صدا تھی جہاں صحابہ جاتے اور لوگ آنے کی وجہ پوچھتے تو صحابہ کہتے تھے کہ ہم اس لئے آئے ہیں کہ لوگوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر خدا کی غلامی کی طرف لائیں۔ من عبادة العباد الی عبادة الله وحده۔

دینی اور عصری درسگاہوں میں تمہارا کردار

میں نے کہا کہ آج اگر تم لوگ ہماری تعلیم سے نالاں ہو تو یہ تم لوگوں کی وجہ سے ہے۔ یہ مدارس تم لوگوں کی بدولت قائم ہوئے اس لئے کہ جب تم ہندوستان آئے اور ہمیں غلام بنایا، نظام تعلیم کو علیحدہ علیحدہ کر دیا، تمام نظام تعلیم سیکولر بنا دیا۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں سے مذہب قرآن وسنت اور اسلامی فقہ اور علوم کو نکال دیا تو ہم مجبور ہوئے کہ علیحدہ دینی ادارے قائم کریں، اگر تم یہ ظلم نہ کرتے تو آج یہ مدارس نہ ہوتے، جو تمہارے لئے دردسر بنے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا کہ آؤ اب بھی اسلامی ممالک کے حکمرانوں کو اس بات پر مجبور کرو کہ یہ تفریق ختم کر دیں، تمام دینی نصاب کالجوں اور یونیورسٹیوں میں بھی ڈال دیں، اسلام کی تمام تعلیمات اور ضروریات عربی لغت فقہ وغیرہ عصری نظام تعلیم کو اس کا پابند کر دو کہ یہ سب کچھ اس میں شامل ہو تو خود بخود ان دینی اداروں کی الگ ضرورت نہیں رہے گی۔ یہ تقسیم تو خود تم لوگوں نے کر رکھی ہے۔

بھائیو بات لمبی نہیں کرتا یہ نہ ختم ہونے والی جنگ ہے۔ یہ صرف میری توہین کا مسئلہ نہیں ہے، ایک لمبا سلسلہ ہے جہاں بھی ان کا بس چلے تو بے گناہ لوگوں کو گوانتانامو بے بھی پہنچاتے ہیں اور جہاں بس چلے تو اپنے پٹھو حکمرانوں کے ذریعہ گرفتار کرواتے ہیں۔ وزیرستان اور غاروں کے اندر بھی ان کو آرام سے نہیں چھوڑتے۔ کفار نے ایک فیصلہ کن معرکہ شروع کر رکھا ہے۔

فیصلہ کن کروسیڈ تہذیبوں کی جنگ:

صدر بش نے آغاز میں اس کے لئے کروسیڈ کا لفظ استعمال کیا تھا۔ کروسیڈ انتہائی تعصب کا لفظ ہے۔ عیسائیت نے مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے جو صلیبی جنگیں لڑی ہیں۔ اس کے لئے یہ لوگ یہ اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ پھر یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تہذیبوں کی جنگ ہے۔ تہذیبوں کی جنگ ہے تو میں نے بھی دو تین مقامات پر

بڑے بڑے اجتماعات میں علی الاعلان کہا جس میں پاکستانیوں کے سرکردہ لوگ تھے کہ تہذیبوں کی جنگ ہے تو اب ڈٹ جاؤ' ایک مٹھی کی بجائے دو دو مٹھی داڑھی رکھیں' پگڑیاں بھی بڑی بڑی لمبی باندھیں' چوکوں پر کھڑے ہو کر اذان دو اورنمازیں پڑھو۔اسلام کی تہذیب پر فخر کرو۔اس پر شرم نہ کرو کہ وہ برہنہ ہیں تو تم بھی برہنہ ہو جاؤ۔وہ ہماری عورتوں سے سڑکوں کے اوپر مارچیں کروانا چاہتے ہیں۔یہ میراتھن ریس ہے اور یہ نیکر پہنے ہیں' یہ سب ان کو خوش کرنے کی کوششیں ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اس حکومت کو سمجھانا چاہا کہ تم اپنے دین وایمان کو بھی بیچتے ہو' خود کو روشن خیال بھی کہتے ہو' بیوی بیٹیوں کو ننگا کر کے سڑکوں پر نکالتے ہو' لیکن آقا خوش نہیں ہوتا۔آقا کہتا ہے کہ اسلام کی ساری جڑیں' شناخت اور نشانات پہلے مٹاؤ۔مادر پدر آزاد تہذیب کو یہ لوگ روشن خیالی کہتے ہیں۔

مغرب کی تاریک خیالی:

وہ (مغرب) تاریک خیال ہے' تمہاری روشن خیالی کے باوجود انہوں نے کیا صلہ دیا؟ مہمانوں کے ساتھ یہ سلوک ایک مولوی سے اتنا ڈرنا اور گھبرانا ناروا سلوک کرنا تو وہ خود تاریک خیال ہیں۔ان تاریک خیالوں کی خاطر تم اسلام اور تہذیب سب کچھ چھوڑتے ہو کہ وہ سیدھے ہو جائیں گے وہ بالکل سیدھے نہیں ہوں گے۔ولـــــن ترضی عنک الیھود ولاالنصاریٰ حتی تتبع ملتھم جب تک انکی تہذیب کی پیروی نہ کی ہو وہ تم سے راضی نہیں ہوں گے۔تو ہم نے مسلمانوں سے کہا کہ اب تمہارا امتحان ہے۔

تہذیب وتشخص کی حفاظت اور آئیڈیل:

اپنی تشخص وتہذیب کی حفاظت کرو' شرماؤ مت میں نے جگہ جگہ یہ واقعہ بھی بیان کیا کہ جب ایران فتح ہوا تو تمام عجمی سردار وغیرہ ایوان صدر میں جمع تھے کہ فاتحین آئے ہیں ان کی عادات کیسی ہوں گی؟ شہنشاہ کی ذریت اور عجمی سردار بیٹھے تھے۔کھانا لگایا گیا تھا' حضرت حذیفہ بن الیمانؓ بھی موجود تھے۔کھانے کے دوران ان سے ایک نوالہ گر گیا۔اب ساتھی پریشان ہوئے کہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم تو یہ ہے کہ نوالہ گر جائے تو چھوڑو مت' اٹھاؤ اور جھاڑ دو۔ اللہ کی نعمت کی بے قدری مت کرو اور کھالو۔صحابہؓ کو پریشانی ہوئی کہ حذیفہؓ تو رسول ﷺ کی سنت تو نہیں چھوڑتے۔ اس وقت یہ نہ کریں اس لئے کہ یہ سب ہمارے اوپر ہنسیں گے کہ یہ طلباء تو بھوکے لوگ ہیں' حذیفہ بن الیمانؓ کو ساتھیوں نے کہا کہ اس نوالے کو اس وقت چھوڑ دیں۔انہوں نے یہ بات سنی تو سخت ناراض ہوئے۔جو متوجہ نہ تھے ان کو بھی اس موقع پر متوجہ کیا۔نوالہ اٹھا کر کھڑے ہوئے کہا اے لوگوں میں اپنے پیغمبر ﷺ کی سنت ان عجمی کتوں کے لئے چھوڑ دوں؟ ان عجمی کتوں کے لئے میں یہ سنت نہیں چھوڑ سکتا۔میں نے اہل یورپ کو کہا کہ تم بھی یہی سمجھو کہ یہ عجمی کتے ہیں اور یہ ظاہر کیا کرو کہ ان عجمی کتوں کے لئے ہم رسول اللہ ﷺ کی سنتیں نہیں چھوڑ سکتے ہیں۔تم پائنچے اٹھانے پر شرمندہ ہوتے ہو۔رسول اللہ ﷺ کا حکم تھا کہ پائنچے ٹخنوں پر مت لٹکاؤ۔ایک صحابیؓ خود سے ایک کمبل لپیٹے ہوئے ٹخنوں کو چھپائے

ہوئے جا رہا تھا۔ پیچھے سے آواز آئی کہ اے فلاں پائنچے ٹخنوں سے اوپر کر دو اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو یہ حضور ﷺ تھے جو فرما رہے تھے کہ تمہارے ٹخنے کمبل میں چھپے ہیں اسے باہر کر دو۔ اس صحابی نے آپ کو کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ تو ایک میلا کچیلا کمبل ہے۔ اگر مقصد یہ ہے کہ غرور تکبر اور تفخر کپڑوں پر نہیں کرنا چاہیے تو اس کمبل پر کیا غرور و تکبر ہوگا۔ میں تو مزدور کسان ہوں مٹی میں ہر وقت لگا رہتا ہوں اگر یہ کمبل نیچے ٹخنوں پر آ بھی گیا تو اس سے تو مجھ میں تکبر نہیں آتا یا یہ کہ وہ بیش قیمت کمبل تھا اس کا مقصد یہ تھا کہ کانٹے سے یہ کمبل خراب ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے کہا کہ اما لک فیّ اسوة بحث کیوں کیا کرتے ہو رسول اللہ ﷺ کی باتوں میں بحث نہیں ہونی چاہیے۔ کیا میری ذات (رسول اللہ ﷺ) میں تیرے لئے نمونہ (پیروی) نہیں؟ کیا میں تمہارا آئیڈیل نہیں ہوں۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوہ حسنة میں نے وہاں کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنا آئیڈیل بنا دو، اپنی تہذیب، اپنا فیشن اور اپنی عادات واطوار تھامے رکھو کیونکہ امریکہ کہہ رہا ہے کہ یہ تہذیبوں کی جنگ ہے، اور وہ ہماری تہذیب مٹانا چاہتا ہے۔

دبے ہوئے مسائل: بہر حال یہ سلسلہ جاری ہے اس واقعہ سے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا خیر نکالا ہے۔ وہ مسائل جو دب گئے تھے اور مسلمان مرعوب ہو گئے تھے، طالب کا نام لینا، جہاد کا نام لینا اسلام کی بنیاد پرستی کا ذکر اسلامی مدارس کا ذکر اتنے زور و شور سے اس پر بحثیں شروع ہیں پاکستانی میڈیا بھی اس سے بھرا پڑا ہے۔ کالمز اور مضامین آ رہے ہیں وہ موضوعات اللہ تعالیٰ نے زندہ کر دیئے۔

موجودہ حکومت کی ناکام خارجہ پالیسی: موجودہ حکومت کو بھی اپنی خارجہ پالیسی کا پتہ چل گیا لیکن یہ تو غلامانہ ذہنیت ہے یہ لوگ یورپ کی جھولی میں پلے پھولے ہیں۔ ان کی گھٹی میں انہیں مغربی تہذیب پلائی جاتی ہے، یہ ان کے پروردہ لوگ ہیں ان کا ایک اپنا ذہن ہے، انہیں اپنے ذہن کی طرح مت سمجھو، تمہارے حکمران احساس کمتری میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ان کے آقا جب یہاں آئیں تو بڑی شان سے ان کا استقبال کرتے ہیں۔ یہ تو چھوڑیئے اگر یہاں الیکشن بھی کرواتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اے ہمارے آقاؤ آ کر دیکھ لو ہمارا الیکشن صاف و شفاف ہے یا نہیں۔ اگر ریفرنڈم بھی کرتے ہیں تو کہتے ہیں آئیں اپنے وفود بھیجیں انگریزوں امریکیوں نے جب تک کسی کام پر دستخط اور انگوٹھا نہ لگایا ہو تو یہ لوگ خود بھی کہتے ہیں کہ کام صحیح نہیں ہے۔ دولت مشترکہ وہاں سے انہیں گھسیٹتا ہے، غرض ہر کام میں ان کی مداخلت ہے۔ احکامات جاری کرواتے ہیں، کہ اس طرح کا سیاسی نظام ہونا چاہیے۔ اس طرح کی پارلیمنٹ ہونی چاہیے۔ یہ طور طریقے ہونے چاہییں۔ اب ایسے لوگوں سے یہ توقع رکھنا کہ یہ غیرت کریں گے اور اس مسئلہ پر سٹینڈ لیں گے یہ کسی طور پر ممکن نہیں۔ ہمارے پاکستان کا وفد وزیر خارجہ کی سربراہی میں کل پھر یورپی یونین کے ساتھ مذاکرات کے لئے لکسمبرگ گیا۔ میں نے سینٹ میں بھی کہا کہ کم از کم اس وقت تو یہ ذلت مت اختیار کریں۔ ابھی تو وہاں مسئلہ تازہ ہے اور اخبارات اس واقعہ سے بھرے پڑے ہیں اور تم لوگ روانہ ہو چکے ہو۔ چند ڈالروں اور تجارتی

معاہدہ کے لئے ہمارا وزیر خارجہ پھر ان لوگوں کے ساتھ بیٹھے گا تا کہ ہمیں اقتصادی فائدہ پہنچے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

حکمران جب اس حد تک پہنچ جائیں' اس کی قومی حمیت ختم ہوگئی ہو' تو پھر وہ قوم کی کیا حفاظت کریں گے' یہ ایک جنگ ہے' ہم اسے اپنے طور پر لڑیں گے اور وہ اپنے طور پر لڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے دار العلوم کو اور آپ لوگوں کے ایک خادم کو یہ موقع دیا کہ اس نے پھر یہ سب مسائل دوبارہ تازہ کردیئے۔ یہ بہت بڑی بات ہے دار العلوم پر اللہ تعالیٰ کا کرم اور آپ کی دعائیں ہیں' اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس میں سرخرو کردیا' ان کے دلوں میں بڑی دشمنی اور حسد ہے لیکن ان کے ہاتھ پاؤں اللہ نے مفلوج کردیئے تھے۔ ورنہ تو وہ کیا کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ برطانیہ اور برلن وغیرہ سے بھی مجھے اٹھا سکتے تھے لیکن یہ آپ لوگوں کی دعائیں تھیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ جنگ اسلام کے حق میں غلبہ کا ذریعہ بنائے۔ اسلام و کفر کے اس معرکہ میں اللہ اسلام کو کامیابی عطا فرمائے۔ اللہ ان طاقتوں (اسلامی) کو دوبارہ زندہ کروادے۔ یورپ کو اللہ تعالیٰ ذلیل وخوار کردے جس طرح آج پیوٹن سرخ آنکھوں رو رہا ہے۔ ان شاء اللہ تھوڑی مدت بعد آپ لوگ دیکھیں گے کہ اور بھی اسی طرح روئیں گے۔ یہ ایک امتحان بھی ہے اس میں اللہ تعالیٰ سے نصرت سرخروئی اور غلبے کی دعائیں مانگنی چاہیے۔ ساتھ یہ بھی دعائیں کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس دار العلوم اور تمام دینی اداروں کو ان کے ضرر سے محفوظ رکھے۔ آپ ان حالات میں مزید بیدار رہیں' یہ اسلام کے قلعے ہیں۔ بالخصوص جہاں آپ بیٹھے ہیں یہ ان کے دماغ میں سرفہرست ہے۔ یہ سب جزئیات ان کو معلوم ہیں اور وہ لوگ (مغربی) وہاں بڑے زور وشور سے پروپیگنڈہ بھی کرتے ہیں کہ یہاں پر دہشت گردی کی تلقین کی جاتی ہے۔ خطرات بھی ہیں اللہ تعالیٰ سے بڑی عاجزی کے ساتھ دعائیں کیجیے کہ ہمیں ان امتحانات کے چیلنجوں میں کامیاب وسرخرو کرے۔ (امین)

جناب پروفیسر طٰہٰ خان

مولانا سمیع الحق یورپ میں

ابھی تک یونین یورپ کی ہے اسلام سے خائف
مسلمانوں سے ملتی ہے سلوک امتیازی سے
اسے ہے عار مولانا سمیع الحق سے ملنے میں
خرعیسیٰ اڑی کرتا ہے اب تک اسپ تازی سے

(قطعہ)۔ مشرق ۲۴ اپریل ۲۰۰۵ء

جناب عرفان صدیقی

اندورں چنگیز سے تاریک تر!

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے ساتھ یورپی یونین کی طرف سے جس قسم کے تعصب اور تنگ نظری کا مظاہرہ کیا گیا۔ اس کی مذمت اور مخالفت الحمدللہ پوری دنیا کے پریس پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا نے کی۔ اور خصوصاً پاکستانی میڈیا نے تو اس پر بہت کچھ لکھا اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ چند معروف کالم نگاروں کے تاثرات ہم معمولی ردوبدل کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔ اس موقعہ پر قومی پریس اور میڈیا کا شکریہ ادا کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں جنہوں نے ملکی وقار دینی حمیت اور ملی جذبے سے سرشار ہو کر حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ سے یکجہتی کا اظہار کیا۔...................................(ادارہ)

مولانا سمیع الحق اچھی طرح جانتے ہیں اور کچھ کچھ مجھے بھی اندازہ ہے کہ انہیں برسلز کے ہوائی اڈے پر حراست میں کیوں لیا گیا۔ پروفیسر خورشید احمد سمیت پاکستانی سینٹ کی امور خارجہ کمیٹی کا کوئی اور رکن اس اعزاز کا مستحق نہیں ٹھہرا۔ بیلجئم کی وزارت داخلہ انہیں 'ڈی پورٹ'' کرنے پر تلی بیٹھی تھی۔ یہ بیلجئم کا نہیں۔ یورپی یونین میں شامل 25 ممالک کا متفقہ فیصلہ تھا۔ وزیراعظم شوکت عزیز کی مداخلت پر مولانا کی رہائی ہوئی تو عالم یہ تھا کہ پاکستانی سفارت خانے کے خوفزدہ اہلکار بھی مولانا کے قریب آنے اور ان کا سامان اٹھانے پر تیار نہ تھے۔ مولانا کو خود ہی دو بھاری بیگ اٹھا کر چلنا پڑا۔ یورپی پارلیمنٹ کی برطانوی رکن نینا گل نے مشاہد حسین سید و پر واضح کر دیا کہ سمیع الحق نامی شخص کو وفد میں شامل رکھا گیا تو کسی سے بھی ملاقات ممکن نہ ہوگی۔ ناچار پاکستانی وفد نے سامان سمیٹا اور اگلی منزل کو روانہ ہو گیا۔ یہ ہے وہ یورپ جو ہمیں تحمل' برداشت انسانیت' جمہوریت' تہذیبی قرینوں' انسانی حقوق' مساوات' شہری آزادیوں اور اظہار رائے کی آزادی کا درس دیتے نہیں تھکتا اور جس کے حضور ہم سرخمیدہ کھڑے اپنے آپ کو انتہاپسندی کے کوسنے دیتے رہتے ہیں۔

نینا گل کو کون بتائے کہ مولانا سمیع الحق نہ انتہاپسند ہیں نہ دہشت گرد۔ وہ اپنے ڈھب کی ایک منفرد شخصیت ہیں۔ ان کی افتادِ طبع کتنے ہی رنگ رکھتی ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ رنگ بدلتے رہتے ہیں۔ ان کی تہ دار شخصیت کے

اسرار ورموز کو سمجھنا آسان کام نہیں۔ وہ دارالعلوم اکوڑہ خٹک کے مہتمم بھی ہیں اور اپنے حصے کی جمعیت علمائے اسلام کے سربراہ بھی۔ ان کے صاحبزادے مولانا حامد الحق حقانی ایم ایم اے کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے ہیں۔ مولانا کا کمال یہ ہے کہ مولانا فضل الرحمان ہی کی طرح وہ بھی دلیل اور منطق کے بادشاہ ہیں وہ اپنے کسی بھی اقدام کے لئے ایسے شاندار دلائل تراش سکتے ہیں کہ ان کا ہر کام کارنامہ اور ہر قدم جادۂ حق کا سنگ میل نظر آنے لگتا ہے سرکار کی حمایت سے مذہبی امور کی قائمہ کمیٹی کا چیئرمین بننے پر حاسدوں نے مراعات اور مفادات کے آوازے کسے تو مولانا نے اسے ایک مورچے کا نام دیدیا جس میں مورچہ زن ہوکر وہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا معرکہ لڑیں گے۔

طالبان رہنماؤں میں سے اکثر ان کے دارالعلوم میں زیر تعلیم رہے۔ ان سے مولانا کا تعلق استاد شاگرد کے رشتے سے زیادہ نہیں۔ اگر اس ادارے کے فارغ التحصیل نوجوانوں میں سے کچھ نے جہادِ افغانستان میں حصہ لیا تو یہ بھی ان کا اپنا فیصلہ تھا۔ طالبان کی نمود کے بعد جب مولانا سمیع الحق 1995ء میں قندھار گئے تو بصد شفقت مجھے بھی ہمراہ لے گئے۔ ان کا یہ دورہ بھی طالبان کی رسمی اخلاقی حمایت تک محدود تھا۔ دارالعلوم اکوڑہ خٹک میں کبھی بھی نہ ہتھیاروں کا ذخیرہ رہا نہ کوئی تربیتی کیمپ۔ میری معلومات کے مطابق جہادِ افغانستان کے عسکری پہلو سے مولانا کا کبھی کوئی واسطہ نہیں رہا۔ دارالعلوم کا سب سے بڑا اثاثہ کتابوں سے بھری الماریاں اور علم کی لگن میں دور دور سے آنے والے طلباء ہی ہیں۔

نائن الیون کے بعد جب افغان جہاد کی پرورش ونمو کرنے والے امریکہ نے طالبان کو دہشت گرد قرار دے ڈالا اور اسکی تیغ بے نیام مسلمانوں کی رگ گلو کا لہو چاٹنے لگی تو اہل قلم زمینی حقائق اور مصلحت کیشی کے مبلغ بن گئے دانش گر سائنس اور ٹیکنالوجی کی دہلیز پر ڈھیر ہو گئے اور بہت سے وارثانِ منبر ومحراب کی خطابت بھی چوکڑی بھول گئی۔ مغربی میڈیا اسلام اور جہاد کے خلاف زہر اگلنے لگا۔ مغربی صحافیوں کی بڑی تعداد پاکستان آ بیٹھی اور طالبان کی مادر علمی کے طور پر اکوڑہ خٹک ان سب کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ مولانا سمیع الحق سے انٹرویو کے طلب گاروں کی قطاریں لگ گئیں۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مولانا نے کمال مہارت سے اسلام، جہاد، طالبان اور مجاہدین کا مضبوط مقدمہ لڑا اور مغربی ذہن کے اشکالات دور کرنے کی عمدہ علمی کوشش کی۔

یہ کوئی سال بھر پہلے کی بات ہے۔ مولانا نے مغربی میڈیا کو دیئے گئے تمام انٹرویوز پر مشتمل ایک کتاب کا مسودہ میرے پاس بھجوایا اور اس کا دیباچہ لکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ یہ میرے لئے بڑا اعزاز تھا۔ کتاب کے نام کا تذکرہ چلا تو میں نے کہا ''مغرب سے مکالمہ'' موزوں رہے گا۔ مولانا کو یہ نام نہ بھایا۔ کچھ دنوں بعد کتاب شائع ہوگئی تو مجھے بھی اس کا ایک نسخہ موصول ہوا۔ اندرونی صفحے پر مولانا نے اپنے قلم مبارک سے لکھا:

''محب مکرم عرفان صدیقی صاحب کی خدمت میں کتاب کا پریس سے آنے والا پہلا نسخہ پیش ہے۔ جن

کا قلبِ بیدار اس کتاب کے موضوعات کا ایسا شعلہ جوالہ بن گیا ہے جس سے ایک نہ ختم ہونے والا سوز وگداز کرب، بے چینی اور درد والم کے چشمے پھوٹ رہے ہیں۔ اور امت خوابیدہ کو پکار پکار کر للکار للکار کر اور سحر انگیز قلم کے کوڑے مار مار کر جگانے میں لگے ہوئے ہیں۔ اللھم زد فزد سمیع الحق ۲ مئی ۲۰۰۴ء"۔

میں نے کتاب کے گہرے سرخ آتشیں رنگ سرورق پر غور سے دیکھا۔ ایک سفید پرچم پر کلمہ طیبہ رقم تھا۔ سب سے اوپر باریک حروف میں لکھا تھا۔ 21 ویں صدی کی پہلی جنگ "معرکہ صلیب وطالبان" اس کے نیچے جلی حروف میں کتاب کا نام لکھا تھا "صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام" چوکھٹے میں وضاحتی نوٹ پر مشتمل ایک پیراگراف تھا۔ پھر حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ اور انٹرویوز کے مرتب مولانا عبدالقیوم حقانی کے اسمائے گرامی درج تھے سب سے نیچے ایک عالمی گلوب تھا جس پر پاکستان، عراق، ایران، افغانستان اور فلسطین کے رنگین پرچم بنے تھے جن پر چاروں طرف سے طیارے میزائل بم اور راکٹ برسا رہے تھے۔ دائیں جانب ان طیاروں کے اوپر امریکہ، برطانیہ اور کچھ دوسرے ممالک کے جھنڈے لہرا رہے تھے۔ اسلام آباد میں اس کتاب کی تقریب رونمائی اچھا خاصا مسئلہ بن گئی جس کی کہانی برادرم اعجاز الحق زیادہ بہتر طور پر سنا سکتے ہیں۔ میں اس تقریب میں شرکت نہیں کر پایا تھا جس کے باعث مولانا ابھی تک کبیدہ خاطر ہیں۔ لیکن مجھے اسی وقت لگا تھا کہ مولانا کے انٹرویوز سے کچھ ہوا یا نہیں ان کی یہ کتاب ضرور قیامت ڈھائے گی۔ اس کتاب اور صاحبِ کتاب پر مشتمل رپورٹ ہر سفارتخانے اپنے اپنے ملک کو ضرور بھیجی ہوگی۔ وہی ہوا دنیا بھر کو جمہوریت اور آزادی رائے کا درس دینے والے یورپ نے مولانا کو مجرم بنا دیا۔ یورپی پارلیمنٹ کے 25 ارکان آسٹریا، بلجیم، قبرص، چیک ری پبلک، ڈنمارک، ایستونیا، فن لینڈ، فرانس، جرمنی، یونان، ہنگری، آئرلینڈ، اٹلی، لٹویا، لکسمبرگ، لیتھوینیا، مالٹا، نیدرلینڈ، پولینڈ، پرتگال، سلواکیہ، سلوینیا، سپین، سویڈن اور برطانیہ نے مشترکہ طور پر طے کیا کہ سمیع الحق کو یورپی پارلیمنٹ کے وفد سے ملنے نہیں دیا جا سکتا۔ یہ ایک فرد کی نہیں پورے پاکستان کی توہین ہے۔ ہمیں تو یہ بتایا جا رہا تھا کہ پاکستان اب ساری دنیا کی آنکھ کا تارا بن گیا ہے۔ ہمارے ہاں تو ان کے لئے بھی سرخ قالین بچھتے ہیں جن کے منہ سے مسلمانوں کی رگِ جاں کا لہو ٹپک رہا ہے اور نام نہاد روشن خیالی کا مبلغ یورپ ہمارے ایک رکن پارلیمنٹ سے سے ہاتھ • ملانے پر آمادہ نہیں، صرف اس لئے کہ اس کے چہرے پر داڑھی اور سر پر پگڑی ہے اور وہ اس سے مختلف رائے رکھتا ہے۔ یورپ کی اس کج ادائی سے اقبالؒ یاد آ گیا جس نے ایک صدی قبل کہا تھا۔

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر

(نوائے وقت، ۲۲ اپریل ۲۰۰۵ء)

جناب عرفان صدیقی

مولانا سمیع الحق اور جارج

جس دن اسلامی جمہوریہ پاکستان کی پارلیمنٹ کے ایوان بالا کے ایک رکن اور امور خارجہ کی قائمہ کمیٹی کے ممبر مولانا سمیع الحق لندن کے ہیتھر وائر پورٹ پر برطانوی پولیس کے نرغے میں ''ایک تفتیشی کمرے میں بیٹھے کڑے سوالوں کا سامنا کر رہے تھے اور ان کی جامہ تلاشی لینے کے بعد ان کے بریف کیس میں رکھے ایک ایک پرزے کی فوٹو سٹیٹ کاپیاں کی جا رہی تھیں اس دن برطانیہ کا جارج فلٹن، وزیراعظم پاکستان سے ملاقات کی تیاریاں کر رہا تھا اور پاکستان کی شہریت حاصل کرنے کے لئے اس کی درخواست اصولی طور پر منظور کی جا چکی تھی۔

بلجیئم میں مولانا کے ساتھ روا رکھے جانے والے سلوک کا خاصہ چرچا ہوا۔ مجھے مولانا نے ٹیلیفون پر بتایا کہ معاملہ صرف برسلز کی ہوائی اڈے پر ان کی بے توقیری تک محدود نہ تھا بلکہ شہر بھر میں ان کے خلاف بینرز لگائے گئے تھے اور مظاہروں کا سلسلہ پہلے سے شروع تھا۔ انہیں اس شرط پر ائر پورٹ سے نکلنے کی اجازت دی گئی کہ وہ 24 گھنٹوں کے اندر اندر بلجیئم کی حدود سے نکل جائیں گے۔ اگلے دن کے مقامی اخبارات میں مولانا کی تصاویر کے ساتھ زہر میں بجھی سرخیوں اور خبروں کی بھرمار تھی اور یہ تاثر دیا گیا تھا کہ اسامہ بن لادن اور ملا محمد عمر کو دہشت گردی کا ہنر سکھانے والا ایک خون آشام دہشت گرد شہر میں داخل ہو گیا ہے۔

پاکستان کی طرف سے احتجاج اور ذرائع ابلاغ میں اس خبر کی تشہیر کے فوراً بعد جب وفد برطانیہ گیا تو ائرپورٹ پر کوئی انہونی نہ ہوئی۔ واپسی کے وقت بھی مولانا تمام مراحل سے بآسانی گزر گئے اور بورڈنگ کارڈ ہاتھ میں لے کر خراماں خراماں مسافروں کے لاؤنج کی طرف بڑھنے لگے۔ وفد کے قائد مشاہد حسین سید یہ جان کر کہ مولانا اپنا چھوٹا سا بریف کیس اٹھائے بڑے لاؤنج کے دروازے سے داخل ہوئے تو پولیس کے تین قوی ہیکل اہلکاروں نے انہیں اپنی تحویل میں لے لیا۔ مولانا نے خاصا احتجاج کیا لیکن سینٹ سیکرٹریٹ کے ایک سینئر افسر کے سوا وفد کا کوئی رکن ان کے آس پاس موجود نہ تھا، مولانا کو ایک چھوٹے سے کمرے میں بٹھا دیا گیا۔ ان کی جامہ تلاشی لی گئی، ان کے بریف کیس کو ادھیڑ ڈالا گیا، چالیس منٹ تک ان سے باز پرس کی جاتی رہی کہ وہ لندن میں قیام کے دوران کہاں کہاں گئے، کس کس سے ملے، کس کس سے فون پر بات ہوئی۔ ان کے جیب سے برآمد ہونے والے بارہ سو ڈالروں کے بارے میں تحقیق کی گئی کہ ''اتنی بڑی رقم'' کہاں سے آئی۔ پاکستان کی پارلیمنٹ کے ایک معزز رکن کے ساتھ یہ سلوک ایک

ایسے ملک میں روا رکھا گیا جو اپنے آپ کو جمہوریت کی ماں قرار دیتا ہے جو انسانی حقوق اور رواداری کا مبلغ اعظم بنا بیٹھا ہے۔ بیلجیم کے خلاف احتجاج کی حقیقی نوعیت کے بارے میں سفارتی حلقے ہی کچھ بتا سکتے ہیں لیکن عمومی قیاس یہی ہے کہ یہ احتجاج سے زیادہ، مولانا اور اہل پاکستان کی اشک شوئی کی کوشش تھی، برطانیہ کے بارے میں یہ کچھ بھی نہ ہو سکا کیونکہ وہ بلجیئم سے زیادہ بڑی طاقت ہے اور ہم کچھ عرصے سے بڑی طاقتوں کے سامنے سر اٹھا کر کھڑا ہونے کا فن بھول چکے ہیں

معاملے کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ ہمارے لہو کے اندر وہ ذرات بھی مرتے جا رہے ہیں جو حمیت کے احساس کو تقویت دیتے اور آبرومندی کا سلیقہ بخشتے ہیں۔ ایک رکن پارلیمنٹ کی بے توقیری پوری پارلیمنٹ کی بے توقیری چودہ کروڑ عوام کی عزت نفس پر حملہ ہے۔ اس طرح کی حرکت کا شدید نوٹس لیا جانا چاہیے تھا لیکن زبانی احتجاج اور ایک ہلکی پھلکی قرارداد پر اکتفا کیا گیا۔

جارج فلٹن نامی ایک دراز قد شخص پچھلے تین ماہ سے ایک نجی ٹیلی ویژن چینل کا ایک پروگرام میں شریک ہے۔ جارج فلٹن کا تعلق برطانیہ سے ہے۔ ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس کا پس منظر کیا ہے اور کن خصوصیات کے سبب اس پروگرام کیلئے اس کا انتخاب ہوا۔ اسکی کارکردگی کی ستائش اور پذیرائی کیلئے مذکورہ چینل خود تقریبات منعقد کر سکتا تھا اسے پاکستان کی شہریت کے اعزازِ جلیلہ سے سرفراز کرنے کی منطق کیا ہے؟ وزیراعظم شوکت عزیز سے ملاقات کوئی آسان کام نہیں۔ پاکستان کی پوری تاریخ میں کوئی وزیراعظم اتنا عوام گریز نہیں رہا لیکن جس دن مولانا سمیع الحق اہل وطن کو برطانیہ کے حسن سلوک کی کہانی سنا رہے تھے، عین اس دن اسلام آباد کے وزیراعظم ہاؤس کے وسیع و شاداب لان میں دو کرسیاں بچھائی گئیں۔ ایک پر اسلامی جمہوریہ پاکستان کے وزیراعظم عزت مآب شوکت عزیز اور دوسری پر برطانیہ عظمیٰ کا انگریز جارج فلٹ تشریف فرما تھے۔ جناب وزیراعظم کے ہونٹوں پر کھیلتی مسکراہٹ ساحلوں سے نکلی جا رہی تھی۔ انہوں نے ایک لفافہ کھول کر جارج فلٹن کو پاکستان کے عوام کی رائے سے مطلع کرتے ہوئے کہا کہ ''66 فیصد لوگوں نے آپ کو شہریت عطا کرنے کے حق میں اور 27 نے مخالفت میں ووٹ دیا ہے جبکہ 7 فیصد نے کوئی رائے نہیں دی لہذا آپ کی درخواست منظور کی جاتی ہے اور اب آپ پاکستان کے شہری ہیں'' جناب شوکت عزیز نے جارج فلٹن کو پاکستانی شہریت عطا کرنے کے بعد کہا'' آپ تو پاکستان میں بہت مقبول ہیں۔ آپکو یہاں الیکشن لڑنا چاہیے'' پاکستان کا شہری ہونے کے ناتے جارج فلٹن اب الیکشن بھی لڑ سکتا ہے اور بلند عہدوں تک بھی پہنچ سکتا ہے اور یہ موقع اسے آج کے روشن خیال پاکستان نے فراہم کیا ہے۔ جہاں پہلے ہی تین درجن دوہری شہریتوں کے حامل مناصب جلیلہ پر فائز ہیں۔ برطانیہ جمہوریت کی ماں ہونے کے باوجود ہمارے ایک عالم دین و رکن پارلیمنٹ کی توہین کرتے ہوئے کوئی شرم محسوس نہیں کرتا اور ہم اس افسوسناک واقعہ کے دوسرے ہی دن اسی برطانیہ کے ایک شہری کو اس شان سے شہریت کا اعزاز عطا کرتے ہیں کہ بڑی بڑی جمہوریتوں کو پسینہ آ جاتا ہے۔ یہ وہی پاکستان ہے جہاں جہادِ

افغانستان کے دنوں میں یہاں آ کر رچ بس جانے والے عرب مجاہدین کی بیویاں اور بچیاں گلیوں کی خاک چھان رہی ہیں۔ اور یہ وہی پاکستان ہے جس کا دم بھرنے اور اپنے آپ کو ''پاکستانی'' کہلوانے پر فخر کرنے والے بہاری بنگلہ دیش کی گلیوں میں گل سڑ رہے ہیں اور کوئی انہیں پاکستان لانے، شہریت دینے، اور آباد کرنے پر آمادہ نہیں۔ اور یہ وہی پاکستان ہے جس کے ایک سابق وزیراعظم کو اپنے اہل وعیال سمیت جلاوطن کر دیا گیا ہے اور پاکستان کا معزز شہری ہوتے ہوئے بھی نہ اسے پاسپورٹ جاری کیا جا سکتا ہے اور نہ وہ اپنے وطن واپس آ سکتا ہے۔

مولانا سمیع الحق کو چاہیے کہ وہ اکوڑہ خٹک میں جارج فلٹن کے اعزاز میں ایک استقبالیہ یا ''دستار بندی'' کا اہتمام کریں تا کہ وہ اپنے اہل وطن کو بتا سکے کہ جناب شوکت عزیز ہی نہیں، مولانا سمیع الحق بھی خاصے روشن خیال ہیں اور آئندہ ان کے ساتھ ایسا سلوک نہ کیا جائے۔　　(روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۳۰ راپریل ۲۰۰۵)

جناب احمد ندیم قاسمی

معروف شاعر و دانشور

برسلز میں پاکستانی وفد کے ساتھ بدسلوکی

بلجیئم کے صدر مقام برسلز میں یورپی یونین نے پاکستان کے منتخب سینٹر مولانا سمیع الحق کے ساتھ جو شرمناک سلوک کیا وہ صرف ایک شخصیت کی ہتک کا معاملہ نہیں بلکہ یہ آزاد پاکستان کی ہتک ہے۔ حکومت اور قومی اسمبلی کی طرف سے اس بیہودہ طرز عمل کی جو پرزور مذمت کی گئی ہے وہ سراسر جائز ہے۔ اور صرف بلجیئم یا ہالینڈ کی حکومتوں ہی کو نہیں بلکہ پوری یورپی یونین کو غیر مشروط الفاظ میں پاکستان سے معافی مانگنی چاہیے۔

یہ صورتحال صرف ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے حادثے کے بعد پیدا نہیں ہوئی بلکہ اس سے برسوں پہلے بھی یورپی اور امریکی ہوائی اڈوں پر پاکستانی مسافروں کے ساتھ یہی بدسلوکی روا رکھی جاتی رہی۔ ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء سے پہلے ہوائی اڈوں پر پاکستانی مسافروں کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ منشیات کے حوالے سے کیا جاتا رہا۔ ستم یہ ہے کہ ان یورپیوں اور امریکیوں نے ہر پاکستانی کو منشیات کا اسمگلر قرار دے رکھا تھا چنانچہ ان کے سامان کے علاوہ خود ان کی ''جسمانی'' دیکھ بھال کے سلسلے میں ان کے لباس کے بعض حصے اتروائے جاتے رہے اور یہ تماشا ساری دنیا کے مسافروں کے سامنے ہوتا رہا۔ ستم یہ ہے کہ ہماری حکومتوں نے اور خاص طور پر ہماری وزارت خارجہ نے اور متعلقہ ممالک میں مقیم پاکستانی سفیروں نے اس جارحیت کا شاید ایک بار بھی نوٹس نہیں لیا۔ اور اگر لیا تو اہل پاکستان اس سے بےخبر ہیں۔ میرا

ذاتی تجربہ یہ ہے کہ میرے شیونگ کے سامان تک کو مشینوں میں سے گزارا گیا اور میرے جوتے تک اتروائے گئے۔ ظاہر ہے کہ مجھے شدید ہتک کا احساس ہوا مگر یہ صرف میرا مسئلہ نہیں تھا۔ ہر پاکستانی مسافر کا مسئلہ تھا اور ستم یہ کہ ان پاکستانی مسافروں کے سامنے دوسرے ایشیائی مسافروں کو Clear کیا جاتا رہا اور پاکستانی مسافر ایک طرف مجرموں کی طرح کھڑے یہ سب کچھ دیکھتے اور غصے سے اپنا خون کھولاتے رہے۔...... پھر یہ حرکت صرف یورپی یونین سے سرزد نہیں ہوئی۔ آئے دن اس طرح کی خبریں ہماری نظروں سے گزرتی رہتی ہیں کہ کسی انگریز یا امریکن نے پاکستان کے داخلی امور میں مداخلت کرے۔ کوئی ہماری جمہوریت پر آوازے کستا ہے' کوئی ہمیں جمہوری اخلاق اختیار کرنے کا درس دیتا ہے اور تکلیف دہ بات یہ ہے کہ ہماری حکومت خاموش رہتی ہے۔ یوں غیر ملکیوں کو شہ ملتی ہے اور وہ پاکستان کے بارے میں زبان درازیاں جاری رکھتے ہیں۔ اگر کسی امریکی نے پاکستان کے کسی داخلی مسئلے میں مداخلت کی ہے تو ہماری حکومت کو اس کی مذمت کرنی چاہیے اور بے خوفی سے اعلان کرنا چاہیے کہ امریکہ کیساتھ ہماری دوستی کا ناجائز فائدہ نہ اٹھایا جائے۔ اسی طرح کامن ویلتھ کے حوالے سے بعض انگریز لوگ ہمارے ملکی وقار کے ساتھ کھل کھیلے ہیں اور ہم اپنی حکومت سے یا کم سے کم اپنے فارن آفس سے متوقع رہے ہیں کہ وہ ان لوگوں کی کسی سیاسی مصلحت یا تحفظ کے بغیر مذمت کرے۔ ورنہ حکومت ہم پاکستانیوں کو اجازت دے کہ ہم میں سے اگر کوئی امریکہ یا برطانیہ یا یورپ کے کسی دوسرے ملک میں جائے تو وہاں کے داخلی معاملات پر گندگی کے ڈھیر الٹاتا پھرے۔ اب مثلاً ہمارے ایک منتخب سینٹر کے ساتھ بلجیئم نے جو سلوک کیا ہے' اسی طرح کا سلوک بلجیئم یا ہالینڈ کے کسی شخص سے کرنا چاہیے کہ اسے ڈیڑھ دو گھنٹے تک ایک طرح سے نظر بند رکھا جائے اور اس کے بعد اسے ائرپورٹ سے باہر جانے کی اجازت دیتے ہوئے اس پر واضح کیا جائے کہ تم آئندہ چوبیس گھنٹے کے اندر پاکستان سے نکل جاؤ ورنہ تمہیں گرفتار کر لیا جائے گا۔

یہ بے حد افسوسناک تضاد ہے کہ یوں تو امریکہ اور یورپی ممالک کی طرف سے عالمی دہشتگردی کے خلاف پاکستان کی مساعی کا بار بار اعتراف کیا جاتا ہے مگر پاکستانی مسافروں کے ساتھ ان ممالک کے ہوائی اڈوں پر ایسا سلوک کیا جاتا ہے جیسے وہ اول درجے کے دہشت گرد ہیں۔ بہر حال مولانا سمیع الحق کے ساتھ اور اس طرح پورے پاکستانی پارلیمانی وفد کے ساتھ یعنی پاکستان کے ساتھ جو غیر انسانی سلوک کیا گیا ہے اس کے سلسلے میں بلجیئم اور ہالینڈ والوں کو اپنے اپنے سفارتخانوں سے باز پرس کرنی چاہیے کہ انہوں نے ایک ایسے ''خطرناک'' شخص کو ویزا کیوں جاری کیا اور جب ان کے پاس ویزا موجود تھا تو انہیں کس اتھارٹی پر برسلز کے ایئرپورٹ پر روکا گیا اور دو گھنٹے تک اپنی تحویل میں رکھا گیا۔ یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ اسکی مذمت صرف پاکستان کو نہیں بلکہ تمام مہذب ممالک کو کرنی چاہیے۔ اس طرز عمل سے تو ویزے کا تکلف ہی بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔...... امریکی اور یورپی ممالک کے ویزا آفس میں ویزا حاصل کرنے والوں کے ساتھ عموماً جو سلوک کیا جاتا ہے وہ پولیس مشتبہ ملزموں کے ساتھ بھی نہیں کرتی۔ بالکل اس طرح جیسے ابن انشاء مرحوم نے لاہور میں رکشہ کرائے پر لینے کے سلسلے میں لکھا تھا کہ انہوں نے ایک رکشا ڈرائیور سے اپنا مقصد بیان

کیا تو ڈرائیور نے پوچھا کہ...... آپ کا نام کیا ہے؟ ولدیت کیا ہے؟ قومیت کیا ہے؟ کراچی کے کس محلے میں رہتے ہیں؟ لاہور کس مقصد سے آئے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ اب جب ڈرائیور کو سب سوالوں کے تسلی بخش جواب مل جاتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ رکشہ کا پیٹرول ختم ہو چکا ہے اس لئے میں کہیں نہیں جاسکوں گا۔ ویزا جاری کرنے والے بھی اسی طرح کے سوال پوچھتے ہیں اور عموماً معذرت کر دیتے ہیں کہ آپ کو ویزا نہیں دیا جاسکتا۔ مگر مولانا سمیع الحق کو تو ویزا مل گیا تھا۔ بہر حال برسلز میں ان کے ساتھ بدسلوکی کا فوری بدلہ تو پاکستان کے پارلیمانی وفد نے نہایت غیرت مندی سے چکا دیا اور یورپی یونین کے ساتھ ملاقات سے انکار کر دیا۔ پاکستانی وفد کو یہی کرنا چاہیے تھا اور اس انتقامی کاروائی کے سلسلے میں ہمارا وفد مبارکباد کا مستحق ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ پاکستان کے وزیر خارجہ جناب خورشید محمود قصوری نے نہ صرف اس واقعے کے سلسلے میں شدید ردعمل ظاہر کیا ہوگا بلکہ وہ کچھ ایسا بندوبست کریں گے کہ غیر ملکی ہوائی اڈوں پر پاکستانی مسافروں کے ساتھ بدسلوکی کا یہ رویہ ختم ہو جائے۔ انہیں پاکستانی سفیروں پر بھی واضح کرنا چاہیے کہ پاکستانی مسافروں کے ان پر بھی کچھ حقوق ہیں اور انہیں یہ حقوق ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئیں۔　　(بشکریہ روزنامہ ''جنگ'' ۲۷ اپریل ۲۰۰۴ء)

جناب عبدالقادر حسن

جذبہ حب الوطنی اور ملّی غیرت کا تقاضا

ہماری کلاہ کے طرے میں جو تھوڑی بہت کلف باقی رہ گئی ہے مغرب کی دنیا اس کو بھی اپنی نخوت اور بدتمیزی سے جھاڑ کر اڑا دینا چاہتی ہے لیکن شکریہ سینیٹر سید مشاہد حسین کا جنہوں نے قومی غیرت دکھائی اور یورپی یونین کے نمائندوں سے ملاقاتوں سے انکار کر دیا اور یہ دورہ منسوخ کر کے اگلی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ ہوا یوں کہ پاکستان مسلم لیگ کے سیکرٹری جنرل سینیٹر سید مشاہد حسین کی قیادت میں یورپی ممالک کے دورے پر جانے والے سینٹ کے وفد کے ایک محترم رکن مولانا سمیع الحق کو برسلز میں ائرپورٹ پر روک لیا گیا۔ یہ پاکستانی وفد جرمنی سے بلجیم کے دورے پر جا رہا تھا۔ اس یورپی ملک کے حکام نے کہا کہ مولانا طالبان کے خالق اور دہشت گردی کے سرپرست ہیں۔ وفد کے قائد نے پوری کوشش کی مگر ان کی ایک نہ مانی گئی چنانچہ سید مشاہد حسین نے وزیر اعظم شوکت عزیز سے رابطہ کیا جن کی کوششوں سے مولانا کو رہائی ملی۔ تین گھنٹے تک روکنے کے بعد ان کو ائیرپورٹ سے باہر جانے کی اجازت ملی۔ یہ لوگ مولانا سے بعض معاملات پر تفتیش کرنا چاہتے تھے چنانچہ وہ تین گھنٹے تک ان سے باتیں کرتے رہے۔ بعد میں طویل احتجاج کے بعد سید مشاہد سے کہا گیا کہ وفد کے باقی اراکین یورپی یونین کے وفد سے مل سکتے ہیں مگر مولانا سمیع الحق ایسا

نہیں کر سکتے لیکن وفد کے قائد نے کہا کہ ملیں گے تو سب ملیں گے ورنہ نہیں۔ چنانچہ وفد نے یہ ملاقاتیں کرنے سے انکار کر دیا۔ وفد کے قائد نے بتایا کہ دورے پر روانگی سے قبل یورپی ممالک کے نمائندوں کو دورے کا بتایا گیا مگر کسی طرف سے اعتراض سامنے نہیں آیا۔ ویزے وغیرہ سب درست اور کاغذات مکمل تھے۔ قومی اسمبلی نے ایک متفقہ قرارداد میں یورپی ملک کے اس رویے پر سخت اعتراض کیا ہے جو بین الاقوامی شائستگی' بنیادی حقوق اور باہمی تعلقات کی توہین آمیز خلاف ورزی ہے۔

اس سے قبل بھی مولانا فضل الرحمٰن اور قاضی حسین احمد کے ساتھ ایسے واقعات ہو چکے ہیں جب ان کو ویزا دینے سے انکار کر دیا اور یورپ میں ان کے میزبانوں کو بھی پریشان کیا گیا' کسی ملک کی پارلیمنٹ کے منتخب ارکان کے ساتھ ایسا سلوک بذات خود ایک دہشت گردی ہے اور سید مشاہد حسین نے پاکستانی وقار اور غیرت وحمیت کی نمائندگی کر کے ایک محب وطن کا کردار ادا کیا ہے۔ ہماری حکومت جو مغربی ممالک کے ساتھ بہتر تعلقات کی اطلاعات دیتی رہتی ہے اور پاکستان کے امیج کی بہتری کا اعلان کیا کرتی ہے اسے اس توہین آمیز واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور ان حکومتوں سے کھلم کھلا کسی تحفظ کے بغیر احتجاج کرنا چاہیے جنہوں نے پاکستانیوں کو ایک مجرم قوم تصور کر لیا ہے۔ خارجہ امور کی نزاکتیں اور نفاستیں اپنی جگہ ایسے ملکوں کے ساتھ سفارتی تعلقات پر بھی نظر ثانی کرنی ضروری ہے۔ ان ملکوں کو یہ بتانا بہت ضروری ہے کہ ہم ایک آزاد ملک ہیں اور ہم ان کے ساتھ وہی سلوک کر سکتے ہیں جو وہ کرتے ہیں۔ تاریخ میں ایسی لاتعداد مثالیں ملتی ہیں جب کمزور اور غریب قوموں نے بھی اپنی عزت ووقار پر سمجھوتہ کرنے سے انکار کر دیا اور طاقتور تلملا کر رہ گئے لیکن ہم پاکستانی اتنے گئے گزرے نہیں ہیں۔ ہم دنیا کی سات ایٹمی قوتوں میں سے ایک ہیں۔ اور قومی وسائل سے مالا مال ہیں۔ ہمیں تو اپنی بدقسمتیوں نے گھیرے رکھا ہے ورنہ ہم دنیاداری میں کسی سے کم نہیں اور اس کمزور حالت میں بھی ہم ایسے نہیں ہیں کہ اس طرح کے توہین آمیز سلوک کو برداشت کر لیں۔ بین الاقوامی تعلقات کی پیچیدگیوں کو ہماری وزارت خارجہ بہتر سمجھتی ہے اس کا فرض منصبی ہی یہی ہے لیکن برسلز میں ہمارے سفارت خانے کے عملے نے اس موقع پر بہتر کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ ان کے تساہل کا تاثر ملتا ہے جو بے حد افسوسناک ہے۔ پارلیمنٹ کی خارجہ کمیٹی کو اس طرف بھی توجہ دینی چاہیے اگر ہمارے سفارت کاروں کے بارے میں یہ تاثر درست ہے تو پھر اس پر ذمہ دار لوگوں کی سرزنش لازم ہے۔ آخر یہ لوگ اور کس مرض کی دوا ہیں کیا ہم انہیں آسودہ زندگی اور شاپنگ کے لئے قومی خرچ پر باہر بھجواتے ہیں۔ .... یہاں ایک رجعت پسندانہ بات کرتا ہوں کہ مغربی دنیا نے مسلمانوں کو اپنی نفرت کا نشانہ بنالیا جب سے امریکہ نے طاقت پکڑی ہے تب سے دوسرے مغربی ممالک بھی اس کی شہ پر شیر ہو گئے ہیں اور وہ مسلمانوں کی توہین کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ اس دورے میں مولانا سمیع الحق نہ تو کوئی دہشت گردوں کا گروہ ساتھ لیکر یورپ گئے تھے اور نہ ہی وہاں ان کی کوئی تنظیم تھی جس کو انہوں نے ہدایت دینی تھیں۔ ان

پر الزام یہ لگایا گیا ہے کہ وہ طالبان کی پیدائش کے ذمہ دار ہیں اور ان کا مدرسہ دہشت گردوں کی تربیت کرتا ہے۔ افغانستان میں روس کیخلاف جنگ ابھی کل کی بات ہے جب یہی امریکی اور یورپی طالبان کے سرپرست اور ان دہشتگردوں کی خوشامد کیا کرتے تھے۔ اگر کسی یورپی ملک کو تفتیش کرنی ہے تو وہ ان امریکیوں سے کرے جو افغانستان میں ملوث رہے ہیں انکے پاس ان طالبان کی پوری تفصیلات موجود ہیں اور اسامہ بن لادن کے بارے میں وہ ہم سے بہرحال زیادہ جانتے ہیں کہ اسکے اصل سرپرست وہی تھے۔ ابھی تک پاکستان میں کچھ جان باقی ہے اور پاکستانیوں کے دلوں میں ایمان کی روشنی چمک رہی ہے چنانچہ مغرب کی پوری کوشش ہے کہ اس ملک سے روح اسلام نکال دی جائے کبھی وہ تعلیمی نصاب کی بات کرتے ہیں اور کبھی وہ ہمارے ایٹمی مال واسباب کو دیکھ کر برہم ہو جاتے ہیں۔ اصل مسئلہ محض مولانا سمیع الحق نہیں ہیں اصل مسئلہ یہ ہے کہ امریکہ اور یورپ والے جانتے ہیں کہ پاکستانی کس قدر جانباز قوم ہیں۔ وہ اس کوشش میں ہیں کہ اس قوم کے اندر سے ایمان ویقین کو باہر نکال دیا جائے اور پھر ان بھیڑ بکریوں کو کھلا چھوڑ دیا جائے۔ سید مشاہد حسین نے پاکستانی قوم کے جذبات کی صحیح نمائندگی کی ہے واپسی پر انہیں اس صورت حال کا سنجیدگی سے جائزہ لینا چاہیے اور اپنی حکومت کو کچھ ہلانا چاہیے۔　　(روزنامہ جنگ ۲۴/اپریل ۲۰۰۵ء)

جناب جاوید چودھری

جرم وہ نہیں

کینتھ بیگلے کا تعلق برطانیہ سے تھا' وہ ۶۲ ویں برس کا ایک بوڑھا انجینئر تھا۔ ۲۰۰۴ء کے شروع میں اس کی کمپنی نے عراق میں کام شروع کیا تو کینتھ بغداد آ گیا' ستمبر کے وسط میں اسے اغواء کرلیا گیا' عراق کے دو متحارب گروپوں نے اغوا کی ذمہ داری قبول کرلی' کینتھ کے اغواء نے برطانوی معاشرے کو ہلا کر رکھا دیا' ٹونی بلیئر کی پوری حکومت کینتھ کو چھڑانے میں مصروف ہوگئی۔ برطانوی وزیر اعظم نے اغوا کاروں سے براہ راست مذاکرات کئے۔ برطانوی کابینہ کے وزراء نے عراقی مجاہدین سے رابطہ کیا اپوزیشن اور این جی اوز نے بھی کینتھ کی رہائی کے لئے تحریک چلائی اس مشکل وقت میں برطانیہ میں موجود مسلم علماء کرام آگے آئے اور انہوں نے بھی عراقی مجاہدین کو سمجھانا شروع کردیا اس وقت برطانیہ میں اٹھارہ لاکھ مسلمان ہیں' وہاں ۹۸۲ ءمساجد اور اسلامک سینٹر ہیں' مسلمانوں کی تنظیموں کی تعداد ۸۹ ہے جن میں ۶۸ تنظیمیں پاکستانی ہیں یہ تمام تنظیمیں یہ تمام علماء کرام آگے بڑھے۔ اردو اخبارات، ریڈیو اور ٹیلیویژن چینلوں کے ذریعے عراق اغوا کاروں سے مخاطب ہوئے ان لوگوں نے قرآن مجید اور احادیث کے حوالے

دے کر عراق مجاہدین کو سمجھایا برطانوی حکومت کو علما کرام کا یہ انداز اچھا لگا۔ لہذا حکومتی سطح پر علماء کرام کا اغواء کاروں سے رابطہ کرادیا گیا' ستمبر کے آخر میں جب برطانوی حکومت کا وفد عراق گیا تو اس وفد میں مسلم علماء کو بھی شامل کرلیا گیا ان علماء کرام نے بغداد میں بڑا مرکزی کردار ادا کیا' یہ لوگ اغواء کاروں سے ملے اور انہیں سمجھانے کی کوشش کی' گو یہ کوششیں بارآور ثابت نہ ہوئیں اور اغوا کاروں نے کینیتھ کو قتل کردیا لیکن اس کے باوجود برطانوی حکومت نے مسلم علماء کرام کا شکریہ ادا کیا۔

امریکہ کے گیارہ ستمبر کے سانحے کے بعد پوری اسلامی دنیا میں بڑی تبدیلی آئی' اسلامی ممالک میں سے ۵۱ ممالک اور مسلمانوں کی تمام عالمی تنظیموں نے دہشت گردی کی مخالفت کی' امریکہ میں اسلامک سوسائٹی آف نارتھ امریکہ مسلمانوں کی سب بڑی تنظیم ہے اس تنظیم کے تین ہزار اسلامک سینٹر اور ۳۰۰ اسلامی سکول ہیں' اس تنظیم نے نہ صرف دہشت گردی کی بھرپور مذمت کی بلکہ ہر فورم پر امریکی قوم کے شانے سے شانہ ملا کر کھڑی رہی اس تنظیم نے گیارہ ستمبر کے حادثے میں مرنے والوں کا سوگ منایا' ان کے لئے دعا کرائی' دہشت گردوں کے خلاف فتوے جاری کئے اور سانحے کے ریفرنس کرائے 51 اسلامی ممالک پچھلے تین برسوں سے گیارہ ستمبر کا سوگ منارہے ہیں' پاکستان کے اندر بھی ایسی اسلامی تنظیموں کی کمی نہیں جو آج تک امریکی موقف کی تائید کررہی ہیں یہ گیارہ ستمبر کے بارے میں اسلامی دنیا بالخصوص پاکستان کا رویہ ہے پاکستان امریکی دوستی میں اس قدر آگے جاچکا ہے کہ اس نے عراق اور افغانستان کے معاملے میں امریکہ سے تعاون کیا' ایک طرف یہ صورتحال ہے مسلمان دہشت گردی کے معاملے میں توقعات سے بڑھ کر امریکہ اور یورپ کا ساتھ دے رہے ہیں جبکہ دوسری طرف ہمارے سینٹ کا آٹھ رکنی وفد یورپی یونین کی قیادت سے ملاقات کے لئے بلجیئم جاتا ہے تو سینٹر مولانا سمیع الحق کو برسلز ایئر پورٹ پر روک لیا جاتا ہے۔ انہیں ڈیڑھ گھنٹے تک روکے رکھا جاتا ہے' ہمارے وزیراعظم بلجیئم کے حکام کو فون کرتے ہیں تو سمیع الحق کو اس شرط پر بلجیئم میں داخل ہونے کی اجازت دی جاتی ہے کہ وہ چوبیس گھنٹے میں ملک چھوڑ دیں گے جب ہمارے وفد کے سربراہ مشاہد حسین اس سلوک پر احتجاج کرتے ہیں تو یورپی یونین کے حکام ''ہم طالبان کے دوستوں سے ملنے کے لئے تیار نہیں ہیں'' کا جواز پیش کرکے ملاقات سے ہی انکار کردیتے ہیں' بعدازاں لندن ایئرپورٹ پر بھی مولانا سے توہین آمیز سلوک کیا جاتا ہے یہ سلسلہ صرف مولانا تک محدود نہیں رہتا 24 اپریل کو بلوچستان کے وزیر بلدیات حافظ حسین شرودی برطانیہ جاتے ہیں تو انہیں بھی مانچسٹر ائیرپورٹ پر روک لیا جاتا ہے اور چار گھنٹے تک ان سے بھی تفتیش کی جاتی ہے۔ پاکستانی سیاستدانوں اور علماء کرام کے ساتھ یورپ کا یہ رویہ ناقابل فہم ہے ہم لوگ اس قدر روشن خیال اور اعتدال پسند ہیں کہ ہم اسلامی پر یورپ اور امریکہ کی یلغار پر ان کا ساتھ دیتے ہیں ہم امریکی ٹینکوں اور جہازوں کو اڈے فراہم کرتے ہیں ہم عالمی فورموں پر امریکی موقف کی حمایت بھی کرتے ہیں لیکن جب ہمارے پارلیمنٹیرین سینٹر اور وزیر سرکاری

دورے پر یورپ جاتے ہیں تو یورپی حکام انہیں ایئرپورٹ پر روک لیتے ہیں، چار چار گھنٹے تک ان کی تلاشی لیتے رہتے ہیں کیا یہ زیادتی نہیں ؟ کیا یہ توہین نہیں؟

میرے ایک دوست نے اس واقعے پر بڑا خوبصورت تبصرہ کیا، اس نے کہا کہ مولانا سمیع الحق اور حافظ شر ودی کا جرم داڑھی اور طالبان نہیں تھا ان کا جرم ایمانداری اور پاکبازی تھا اگر وہ بھی خدانخواستہ کسی اخلاقی ''جرم'' کے مرتکب ہوتے تو ان کے بارے میں یورپ کا رویہ مختلف ہوتا انہیں جلوس کی شکل میں برسلز لے جایا جاتا اور لوگ قطار میں کھڑے ہو کر ان سے آٹوگراف لیتے، میں نے اپنے دوست سے اتفاق کیا لہٰذا میں نے ایک حکومتی عہدیدار کو فون کیا اور اس سے درخواست کی پاکستان یورپ اور امریکہ میں آئندہ بھی جو وفد بھجوائے اس کی روانگی سے پہلے اس کے خلاف کسی اخلاقی جرم میں ایک رپٹ ضرور درج کرا دی جائے یورپ کے رہنما ایئرپورٹ پر اس کا استقبال کریں گے۔

(بشکریہ روزنامہ ''جنگ'' ۲۸ اپریل ۲۰۰۵ء)

جناب اعجاز الحق صدیقی

مولانا سمیع الحق کے ساتھ غیر مہذب برتاؤ

اے اہل وطن! کیا آپ ایسی صورتحال کا تصور کر سکتے ہیں کہ یورپی یونین کا کوئی وفد پاکستان کے کسی ایئرپورٹ پر اترے تو سیکورٹی کا عملہ وفد کے ایک ممبر کو باقی ممبران سے الگ کر کے اس سے لمبی پوچھ گچھ کرے اس کی ذاتی ڈائری کا ایک ایک ورق دیکھے، اس کے فون نمبرز نوٹ کرے، اس کے وزٹنگ کارڈز کی فوٹو کاپیاں کر کے محفوظ کر لے اور اس ضمن میں اس کے ہمراہیوں کے احتجاج کی بھی پروا نہ کرے، تا آنکہ کسی یورپی ملک کے صدر یا وزیراعظم کی درخواست پر اسے چھوڑا جائے؟ اور کیا یہ سوچا جا سکتا ہے کہ یورپ سے کوئی وفد پاکستان آئے تو پاکستانی پارلیمنٹ کے ارکان اس بناء پر وفد سے طے شدہ ملاقات منسوخ کر دیں کہ ان کے خیال میں وفد میں ایک مشتبہ شخص شامل ہے؟ میرے خیال میں تو ایسے منظرنامے کا تصور بھی محال ہے مگر یورپ کو اپنا آئیڈیل قرار دینے اور دہشت گردی کے خلاف جنگ میں اپنا سب کچھ لٹا دینے والے پاکستانیوں کو بآسانی اس طرح کے سلوک کا نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔ داڑھی اور پگڑی والوں کے ساتھ ایسا سلوک کرنے میں تو اور بھی سہولت ہے کہ ان کی تضحیک پر یورپی یونین ناراض ہوتی ہے نہ حکومت پاکستان۔ شاید یہی وجہ ہے کہ بلجیئم حکام کو یہ جرأت ہوئی کہ برسلز ائرپورٹ پر پاکستانی پارلیمانی وفد کے ایک

معزز مگر پارلیش رکن مولانا سمیع الحق کو جو جمعیت العلمائے اسلام (س) اور سینٹ میں قائمہ کمیٹی برائے مذہبی و اقلیتی امور کے سربراہ بھی ہیں سے غیر شریفانہ سلوک روا رکھے۔ ایسا سلوک جو کسی یورپی کے ساتھ ہوتو پورا یورپ تلملا اٹھے۔

مولانا سمیع الحق کے ساتھ غیر مہذبانہ برتاؤ پر جب مختلف گوشوں سے احتجاج ہوا تو یورپی یونین کے خارجہ امور کے سربراہ ہاوئیر مولانا نے معذرت کر لی۔ انہوں نے کہا کہ ''سمیع الحق سے ناروا سلوک پر افسوس ہوا' وہ ہمارے قابل احترام ہیں۔ ایئرپورٹ پر وفد کے کسی معزز رکن کو روکنا یا ملاقات سے انکار کرنا مناسب رویہ نہیں۔ یہ سب کچھ غلط فہمی کا نتیجہ بھی ہوسکتا ہے۔ اس واقعہ کا جائزہ لے رہے ہیں جس کے بعد کچھ کہہ سکیں گے۔'' جائزے کے بعد جو کہا جائے گا یا آئندہ ایسے ناخوشگوار واقعے سے بچنے کے لئے جو پیش بندی کی جائے گی ہمیں اس کا ابھی سے اندازہ ہے۔ تاہم یورپی یونین کی جانب سے اس معذرت کو اس لحاظ سے غنیمت سمجھنا چاہیے کہ یونین کی طرف سے یہ معذرت حکومت پاکستان کی طرف سے کسی احتجاج کی بنا پر سامنے نہیں آئی۔ اس کے برعکس پاکستانی دفتر خارجہ کے ترجمان جلیل عباس جیلانی نے ایرانی خبر رساں ادارے کو بتایا کہ ''مولانا سمیع الحق سے بدسلوکی پر یورپی یونین کے ساتھ تعلقات میر کمی کا کوئی امکان نہیں ہے۔'' انہوں نے کہا کہ ''پاکستان اور یورپی یونین کے درمیان مضبوط تعلقات استوار ہیں او برسلز میں پیش آنے والے واقعہ کا یونین کی پالیسیوں سے کوئی تعلق نہیں۔''

پاکستانی وفد اور اس کے معزز رکن کے ساتھ بدسلوکی پر پاکستانی حکومت کو جو دکھ ہوا اور اس نے جس ردعمل کا مظاہرہ کیا اسے دیکھ کر اگر کوئی یہ کہے تو بے جانہ ہوگا کہ دنیا بھر میں پاکستانیوں کے ساتھ جو امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے' اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ حکومت پاکستان اس پر دل میلا کرتی ہے اور نہ بدسلوکی کرنے والوں کے ساتھ اس کے دوستانہ مراسم متاثر ہوتے ہیں۔ پاکستانیوں سے خود اپنی ہی حکومت کی اس لاپرواہی کا نتیجہ یہ ہے کہ باہر جانے والے پاکستانیوں خصوصاً داڑھی سے مزین اور پگڑیوں سے سجے چہروں کی بے توقیری ''لازمہ دوستی'' بن کر رہ گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا سمیع الحق کو ہمارے دوست ملک برطانیہ میں بھی امتیازی سلوک کا مستحق سمجھا گیا اور یہ شدت میں اس بدسلوکی سے زیادہ تھا جو ان کے ساتھ برسلز ائرپورٹ پر روا رکھی گئی۔ مولانا کے سیکرٹری شفیق فاروقی جو خود بھی مولانا سمیع الحق کے ساتھ لندن ایئرپورٹ پر موجود تھے' نے وطن واپسی پر این این آئی کو بتایا کہ مولانا کو بورڈنگ کارڈ ملنے کے بعد تین پولیس اہلکاروں نے روکا اور ایک کمرے میں بٹھا کر ان کے تمام سامان کی تلاشی لی۔ کاغذات اور وزٹنگ کارڈز کی فوٹو کاپیاں کی گئیں۔ سوا گھنٹے تک ان سے پوچھ گچھ کی گئی۔ ٹیلی فون ڈائریکٹری کو چیک کیا گیا اور اس کی فوٹو کاپیاں کی گئیں۔ اس لحاظ سے یہ سلوک مولانا کے ساتھ برسلز میں ہونے والے سلوک سے بدتر تھا۔ جب مولانا سمیع الحق سے اس واقعہ کے بارے میں تفصیلات جاننے کے لئے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے مذکورہ باتوں کے علاوہ بتایا کہ انہوں نے اپنے ساتھ اس سلوک پر پولیس کو بتایا کہ ''وہ ایک سیاسی پارٹی کے سربراہ اور پارلیمانی وفد کے ممبر ہیں' باقاعدہ ویزا لے

کرآپ کے ملک میں آئے ہیں، مگر اب برطانیہ جانے کی بجائے وطن واپس جارہے ہیں'' انہوں نے کہا'' میں نے برطانوی افسران کو بتایا کہ'' آپکا فعل زیادتی ہے اور آپ کے جمہوریت کے دعووں کے خلاف ہے'' (روزنامہ اسلام)

جناب رانا غلام قادر

قومی اسمبلی اور سینٹ کا پہلی بار اتفاق رائے کا مظاہرہ

قومی اسمبلی کا ہنگامہ خیز اجلاس غیر معینہ مدت تک کے لئے ملتوی ہوگیا ہے اور سینٹ کا ہنگامہ خیز اجلاس شروع ہوگیا ہے لیکن یہ اجلاس زیادہ دیر تک نہیں چلے گا کیونکہ اسے متحدہ اپوزیشن نے ریکوزیشن دے کر بلایا۔ حکومتی ذرائع کا کہنا ہے کہ یہ اجلاس صرف دو دن چلے گا البتہ حکومت اپوزیشن مفاہمت کی صورت میں تھوڑی سی توسیع ہوسکتی ہے لیکن یہ امکان بہت کم ہے۔ سینٹ کا اجلاس ریکوزیشن کرنے کے لئے ۲۳ ممبران کے دستخطوں کی ضرورت ہے لیکن اس ریکوزیشن پر ۲۹ ممبران سینٹ نے دستخط کئے ہیں۔ قومی اسمبلی کی طرح سینٹ میں بھی ایم ایم اے کے رہنما اور جمعیت علماء اسلام (س) کے صدر مولانا سمیع الحق کو برسلز ایئرپورٹ پر تین گھنٹے تک روکے رکھنے پر شدید احتجاج کیا گیا۔ اس سے پہلے قومی اسمبلی میں بھی ایم ایم اے کے راہنما سینٹر مولانا سمیع الحق کے ساتھ بلجیئم کے دارالحکومت برسلز میں ہونے والے ناروا سلوک پر شدید احتجاج کیا گیا۔ حکومت نے دانشمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے متفقہ قرارداد ایوان میں پیش کی جسے وزیر پارلیمانی امور ڈاکٹر شیر افگن خان نے پیش کیا۔ مگر یہ معاملہ خوش اسلوبی سے طے پانے کی بجائے اس وقت بدمزگی کا شکار ہوگیا جب ڈپٹی سپیکر سردار محمد یعقوب نے تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان کو اس موضوع پر بات کرنے کی اجازت نہ دی۔ عمران خان کو بات کرنے کی اجازت نہ دینے پر بطور احتجاج اپوزیشن کی تمام جماعتوں نے بائیکاٹ کیا لیکن علامتی واک آؤٹ کے بعد ممبران واپس آگئے لیکن اس دوران فاٹا سے تعلق رکھنے والے حکومتی رکن منیر اورکزئی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ واک آؤٹ کر گئے کہ ان کا نام محرکین کی فہرست میں کیوں درج نہیں کیا گیا۔ مسلم لیگ کے پارلیمانی لیڈر چوہدری شجاعت حسین کو ایسے معاملات کا نوٹس لینا چاہیے جن کی وجہ سے ایوان کا ماحول بلاوجہ خراب ہوتا ہے۔ ۱۲ ربیع الاول کو عید میلادالنبیؐ کے موقع پر اسلام آباد میں وزارت مذہبی امور کے زیراہتمام ہونے والی قومی سیرت کانفرنس میں بھی مولانا سمیع الحق سے کئے جانے والے ناروا سلوک کی شدید مذمت کی گئی اور متفقہ قرارداد میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ بلجیئم کی حکومت سے سفارتی تعلقات فوراً منقطع کرے البتہ قومی اسمبلی سے منظور

کی گئی متفقہ قرارداد میں جہاں واقعہ کی مذمت کی گئی ہے وہاں حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا کہ وہ اس واقعہ پر بلجیئم کی حکومت سے احتجاج کرے۔ ہوا یوں کہ سینٹر مولانا سمیع الحق پارلیمانی وفد کے رکن کے طور پر بلجیئم گئے تھے اس وفد کی سربراہی مسلم لیگ کے سیکرٹری جنرل سینٹر مشاہد حسین کرر ہے تھے۔ مولانا سمیع الحق کو عملہ نے ایئرپورٹ پر روک لیا اور داخلہ کی اجازت دینے سے انکار کردیا۔ انہیں تقریباً تین گھنٹے ایئرپورٹ پر روکا گیا اور وزیراعظم شوکت عزیز کو براہ راست مداخلت کرنا پڑی، قومی اسمبلی میں اظہار خیال کرتے ہوئے حکومت اور اپوزیشن دونوں جانب کے ممبران نے اس واقعہ کی مذمت کی اور اسے سفارتی آداب کے منافی قرار دیا۔ دفتر خارجہ نے یورپی یونین اور بلجیئم کے سفیروں کو طلب کر کے ان سے اس واقعہ پر احتجاج کیا اور اپنی تشویش سے انہیں آگاہ کیا ہے لیکن سوال اپنی جگہ پر اہمیت کا حامل ہے کہ آخر نوبت یہاں تک کیسے آئی کہ ملک کے وقار کو نقصان پہنچا اور یہ توہین آمیز واقعہ رونما ہوا ہماری وزارت خارجہ کو چاہیے کہ وہ اس امر کو یقینی بنائیں کہ آئندہ اس قسم کا کوئی واقعہ رونما نہ ہو۔ پاکستان ایک آزاد خودمختار اور باوقار ملک ہے ہم دہشت گردی کے خلاف فرنٹ اسٹیٹ کردار ادا کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود کسی مغربی ملک کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی پاکستانی شہری خصوصاً جب وہ منتخب رکن پارلیمنٹ ہو اس کے ساتھ ایسا ناروا سلوک کرے۔

(بشکریہ روزنامہ ''جنگ'' ۲۸ اپریل ۲۰۰۵ء)

جناب چوہدری احسن پریمی

یورپی یونین کا دوہرا معیار

گزشتہ دنوں یورپی پارلیمنٹ نے پاکستانی وفد میں سینٹر مولانا سمیع الحق کی شمولیت پر اعتراض کرتے ہوئے طے شدہ ملاقات منسوخ کروی۔ برطانوی رکن پارلیمنٹ اور یورپی یونین اسمبلی کی جنوبی اشیا کی بین الپارلیمانی کمیٹی کی سربرہ نینا گل کے مطابق کہ یورپی یونین جمہوریت، مساوات اور انسانی حقوق کی علمبردار ہے ہم ایسے افراد کو ہرگز قبول نہیں کرسکتے جو خود کو ان سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ ہمیں سمیع الحق کی شمولیت قبول نہیں کیونکہ وہ ان کی نمائندگی کرتے ہیں جن کے ہم خلاف ہیں۔

مذکورہ بالا واقعہ کو انسانی حقوق کے عالمگیر اعلان یوڈی آر ایچ آر کی روشنی میں دیکھا جائے تو یورپی پارلیمنٹ و یورپی یونین نے دوہرے معیار کے ساتھ ساتھ انتہا پسندی و بنیاد پرستی کا مظاہرہ کیا ہے۔ حکومت پاکستان کو چاہیے کہ وہ اقوام متحدہ کی وساطت سے یورپی یونین اور یورپی پارلیمنٹ سے پوچھے کہ وہ کون سے انسانی حقوق کی علمبردار ہے؟

کیونکہ انسانی حقوق کے عالمگیر اعلان یو ڈی ایچ آر میں نسلی امتیاز کو معاہدہ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ کوئی بھی امتیاز، اخراج، حد بندی یا ترجیح جس کی بنیاد نسل، رنگ، نسب یا قومی یا نسلی وابستگی پر ہو اور جس کا مقصد انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے مساوی بنیاد پر اعتراف، خوشی و مسرت یا نفاذ کو سیاسی، معاشی، سماجی، ثقافتی یا عوامی زندگی کے کسی دوسرے میدان میں ختم کرنا یا کمزور کرنا (دفعہ 1)

وہ حقوق اور آزادیاں جو یو ڈی ایچ آر اور آئی سی سی پی آر میں دی گی ہیں عالمگیر ہیں خواہ کسی انسان کا رنگ جا منی ہے، وہ ایک اجنبی زبان بولتا ہے، کسی اجنبی سیاسی اصول کا دعویٰ کرتا ہے، اور ایک عجیب مذہب کا پیروکار ہے یا کسی طور پر معذور ہے، ایسے مرد/عورت ان حقوق کا مستحق ہے دفعہ 2 ایک ریاست کو پابند کرتی ہے کہ وہ ایسے ملک کے قوانین کا موازنہ آئی سی سی پی آر سے کرے جو قوانین بھی ضروری ہوں منظور کرے تاکہ معاہدہ میں دیئے گئے حقوق کی حفاظت کرے اور انہیں قابل عمل بنائیں کیا ہماری وزارت خارجہ اور وفاقی دارالحکومت میں انسانی حقوق کے بلند بانگ دعوے دار این جی اووز میں یہ جرات ہے کہ وہ مذکورہ بالا معاہدہ کی روشنی میں یورپی پارلیمنٹ و یورپی یونین سے پوچھیں کہ انہوں نے مذکورہ بالا معاہدہ اپنے ہاں قابل عمل بنایا ہوا ہے تو پاکستانی پارلیمنٹرین مولانا سمیع الحق سے بدتمیزی کیوں؟

اگر یورپی یونین نے یو ڈی ایچ آر کی دفعہ 2 کے تحت اپنے قوانین کا موازنہ اور قانون منظور نہیں کیا تو وہ کیسے جمہوریت، مساوات اور انسانی حقوق کا علمبردار ہونے کا دعویٰ کرتی ہے جبکہ دفعہ 2 میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ان حقوق کی کسی بھی خلاف ورزی کی صورتمیں معاوضہ اور عدالتی چارہ جوئی کے حق کو یقینی بنایا جائے کہ معاوضہ یا چارہ جوئی نافذ العمل ہے۔

ریاستیں بعض اوقات مثبت کارروائی چاہتی ہیں تاکہ وہ ان حالات کو کم یا ختم کرسکیں جو امتیاز یا فرق کو پیدا کرنے یا انہیں دوام بخشنے میں مدد کرتے ہیں۔ (ایچ آر سی: عام تشریح نمبر 18) یورپی پارلیمنٹ کی ممبر نینا گل نے مولانا سمیع الحق کے حوالے سے مزید کہا کہ میں یورپی پارلیمنٹ سے یہ سفارش کروں گی کہ وہ مستقبل میں ملاقات کرنے والے وفود کے بارے میں پوری طرح چھان بین کیا کریں تاکہ اس قسم کی ناخوشگوار صورتحال پیدا نہ ہو اس سے پہلے مولانا سمیع الحق کو برسلز ائرپورٹ پر روک دیا گیا لیکن وزیراعظم شوکت عزیز کے برسلز حکام کے ساتھ رابطے کے بعد امیگریشن احکام نے انہیں ائیرپورٹ سے باہر جانے کی اجازت دے دی۔

پاکستان کے ۸ رکنی وفد نے کمیٹی سے مذاکرات کے علاوہ یورپی یونین کی خارجہ امور کی کمیٹی کے سربراہ سے بھی ملاقات کرنا تھی برسلز میں پاکستانی سفیر نے یورپی پارلیمنٹ کے اقدام کو بدقسمتی قرار دیا ہے وفد کے لیڈر سینٹر مشاہد حسین سید نے یورپی پارلیمنٹ سے ملاقات نہیں کرے گا۔ یورپی پارلیمنٹ نے دوہرے معیار کا مظاہرہ کیا ہے۔ یورپی پارلیمنٹ کی طرف سے مولانا سمیع الحق سے بدتمیزی حقیقت میں پاکستان کی عالمی برادری میں بے توقیری ہوئی ہے۔

جنرل پرویز مشرف سے ہماری گزارش ہے کہ نظریہ ضرورت کے تحت اگر چہ روشن خیالی بھی ناگزیر ہے لیکن پاکستانیت کا فروغ بھی پاکستان کی بقاء سے وابستہ ہے جب عالمی برادری کو حقیقی معنوں میں معلوم ہو جائے گا کہ ہم واقعی پاکستانی ہیں تو آئندہ ہمارے کسی حکمران کی غیر ملکی دورے کی دوران نہ تو جامہ تلاشی اور نہ ہی کسی ائرپورٹ پر بدتمیزی کی جائے گی۔ لیکن ہر کام میں حکمت بھی ہوتی ہے اگر یورپی یونین کا یہی ناروا سلوک رہا تو ہوسکتا ہے کہ ہمارے حکمران بھی ایشین یونین کا خواب دیکھنا شروع کر دیں۔ جبکہ یورپی پارلمینٹ کی طرف سے مولانا سمیع الحق سے بدتمیزی کے حوالے سے عوامی حلقوں نے مختلف آراء کا اظہار کیا ہے کہ 8 رکنی وفد میں صرف مولانا سمیع الحق کو کیوں روکا گیا انہیں باقی 7 رکن پاکستانی یا مسلمان نظر نہیں آئے۔

(نوائے وقت، ۲۴ اپریل ۲۰۰۵ء)

بقیہ (تبصرہ کتب)

زیر تبصرہ کتاب بھی ان کے جولانی قلم کی ایک بہترین شہکار ہے۔ اور ایک دلربا موضوع کا دلربا منظر پیش کیا ہے۔ دراصل یہ کتاب اس عظیم شرح کا ایک حصہ ہے جو کہ آپ نے شمائل ترمذی پر لکھی ہے۔ اس میں محبوب دو عالم ﷺ کا جلوۂ جہاں آراء چہرہ انور جسم اطہر تمام اعضاء مبارکہ کے تناسب واعتدال موزونیت حسن و جمال نورانیت اور اعجاز و کمال کا ایمان افروز تذکرہ ہے۔ شمائل ترمذی کی ۲۲ احادیث کی تشریح و توضیح کی روشنی میں جمال محمد ﷺ کا حسین دلربا منظر انتہائی خوبصورت اور حسین انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ جذب و کیف اور وجد و شوق کے عالم میں لکھی ہوتی، یہ کتاب سرخوشی و سرمستی کی رفعتوں کو چھورہی ہے۔

ابتداء میں درِیتیم کے عنوان سے ایک علمی اور ادبی شہپارہ مؤلف نے دیا ہے جسکا مطالعہ کتاب شروع کرنے سے پہلے از حد ضروری ہے اور اس نادر مرقع کے آخر میں علامہ شبلی نعمانیؒ کا جو قطعہ دیا ہے یہ بھی ایک نادر انتخاب ہے۔

عجم کی مدح کی عباسیوں کی داستاں لکھی ‌ ‌ ‌ مجھے چندے مقیم آستانِ غیر ہونا تھا
مگر اب لکھ رہا ہوں سیرت پیغمبر خاتمؐ ‌ ‌ ‌ خدا کا شکر ہے میرا خاتمہ بالخیر ہونا تھا

خوبصورت ٹائٹل دیدہ زیب کمپوزنگ نے کتاب کے حسن کو مزید نکھارا ہے۔

خط وکتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے

درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
ضبط و ترتیب: مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی
معاون مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال
جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

باب النھی عن ضرب الخدام و شتمھم
خادموں کو مارنے اور انہیں گالی دینے کی ممانعت کا بیان

حدثنا احمد بن محمد ثنا عبداللہ عن فضیل بن غزوان عن ابن أبی نعم عن ابی ھریرۃ قال: قال ابو القاسم ﷺ نبی التوبۃ: من قذف مملوکہ بریئاً مما قال لہ، اقام اللہ علیہ الحد یوم القیمۃ الا ان یکون کما قال۔ ھذا حدیث حسن صحیح۔ وفی الباب عن سوید بن مقرن وعبداللہ بن عمر۔ وابن أبی نعم ھو عبدالرحمن بن أبی نعم البجلی یکنی أبا الحکم۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب ابوالقاسم ﷺ پیغمبر توبہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس آقا نے اپنے غلام پر (زنا کی) تہمت لگائی، حالانکہ وہ غلام اس چیز سے بری ہو جو یہ مولیٰ اس کے متعلق کہتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس آقا پر قیامت کے دن حد (قذف) قائم کرے گا۔ ہاں اگر وہ غلام ایسا ہی ہو جس طرح یہ آقا کہتا ہے۔ (تو پھر قیامت کے دن اس پر حد قائم نہ ہوگا۔) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اور اس باب میں سوید بن مقرن اور عبداللہ بن عمر اور ابن أبی نعم (جو کہ عبدالرحمٰن بن ابی نعم البجلی ہے اور اس کی کنیت ابوالحکم ہے) سے بھی روایات آئی ہیں۔

حدیث کی توضیح وتشریح:

اس سے پہلے باب میں خادم، نوکر اور ملازم کے حقوق کے مثبت پہلو کا بیان تھا کہ خادم کے ساتھ احسان کرو، اس کو معروف طریقے سے مناسب کھانا پینا اور لباس دیا کرو۔ اور اس باب میں حقوق خادم کے منفی پہلو بیان کیا جاتا ہے۔ غلام، خادم اور ملازم کو مارنا پیٹنا اور ان کو گالی دینا اور ان پر غلط تہمت باندھنا یہ تمام چیزیں حرام اور گناہ ہیں اور اللہ

تعالیٰ کے یہاں ان سے متعلق قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔

یعنی کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ تو میرا غلام ہے اور میرا خادم ہے اور مجھے اختیار ہے کہ اس سے جس طرح کام لوں، اور جس طرح اس کی مار پیٹ کروں، اور جس طرح چاہوں نازیبا الفاظ سے اسے گالی دوں کوئی اس غلط فہمی میں نہ پڑے کیونکہ ان کی حق تلفی کرنے والوں سے قیامت کے دن باز پرس ہوگی۔

"پیغمبر توبہ" حضرت محمد ﷺ:

قال ابو القاسم ﷺ نبی التوبۃ: اس روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کا اسم کنیہ (ابو القاسم ﷺ) ذکر کرنے کے بعد آپ ﷺ کا لقب "نبی التوبہ" (توبہ کا پیغمبر) ذکر فرمایا۔ یہ اسلئے کہ جناب رسول اللہ بہت توبہ کرنے والے تھے۔ اور دن میں ستر مرتبہ اور بعض روایات کے مطابق سو مرتبہ سے بھی زیادہ استغفار فرمایا کرتے تھے۔ نیز جناب رسول اللہ ﷺ دنیا میں تشریف لائے اور دل و زبان کے ساتھ توبہ کرنے سے قبولیت توبہ کا حکم ساتھ لائے۔

ہر مجرم اپنے رب سے جرم کی معافی مانگ سکتا ہے۔

جناب رسول ﷺ سے پہلے گزشتہ ادیان میں توبہ سے متعلق عجیب و غریب نظریات اور عقائد لوگوں میں راسخ ہو چکے تھے۔ جو کہ قرون مظلمہ کی تاریخ پڑھنے سے معلوم ہوتے ہیں۔ بعض عیسائیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ ہم جو بھی جرائم کریں، اور ہم سے جتنے بھی بڑے گناہ سرزد ہو جائیں وہ سب کچھ ہمیں معاف ہوگا، اور ہمارے لئے توبہ کی بھی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہمارے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہم سب کی طرف سے توبہ کر کے اپنے آپ کو قربان کر دیا ہے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے سب کی طرف سے کفارہ ہو چکے ہیں، عقیدہ کفارہ کہلاتا ہے۔ اور پھر توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہے کسی اور کی توبہ قبول نہیں ہوتی اب ہمارے تمام جرائم کو حضرت عیسیٰؑ معاف کر دیں گے۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم واضح فرمایا کہ توبہ کا دروازہ ابھی کھلا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی کسی بندہ کا جرم معاف نہیں کرا سکتا۔ اور اللہ کا ہر بندہ خود اپنے جرم کی معافی مانگ کر پھر سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔

اور بعض لوگوں کا یہ عقیدہ بن چکا تھا کہ جرم معاف کرانے کے لئے مذہبی پیشواؤں، پادریوں اور پنڈتوں کی منت سماجت کرنا اور ان کو راضی کرنا ضروری ہے۔ اور خود اپنے طور پر توبہ کرنے کا ہر کسی کو حق حاصل نہیں ہے۔ عیسائی لوگ اپنے احبار و رہبان کے پاس جا کر اپنے تمام عیوب اور جرائم کو ان کے سامنے بیان کر دیتے تھے کہ آج رات مثلاً غلطی سے زنا سرزد ہوا، کل جھوٹ بولا ہے، فلاں جرم کیا ہے، فلاں گناہ کیا ہے۔ میرے یہ جرائم اللہ تعالیٰ سے معاف کرا دو۔ اس طرح اپنے مذہبی پیشوا یا پادری، پنڈت وغیرہ کے سامنے اپنے سارے عیوب ظاہر کر دیتے تھے۔ اور اس سے معاف کرانے کی درخواست کر دیتے۔ اور پھر ان کو خوش کرنے کے لئے ان کو تحفے تحائف، نذرانے اور شکرانے بھی پیش کرتے تھے۔ اور

یہ احبار ورھبان اور علماء سوء بھی مال و دولت اور عزت کی لالچ میں لوگوں کو اندھیرے میں رکھتے تھے' اور ان پر حق واضح کرنے سے گریز کرتے تھے۔ اور ان کو تسلی دیتے تھے کہ چلو آپ کا گناہ معاف ہوگا۔ اس طرح یہ احبار ورھبان ہر لحاظ سے ان کے بڑے بن چکے تھے اور پاپائیت نے سارے لوگوں پر قبضہ جما لیا تھا۔ حکومت اور ریاست بھی انہی لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتی تھی اور لوگ ان سے مجبور تھے کہ یہ تو ہمارے بڑے ہیں' ہمارے مقتدا اور پیشوا ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نائب ہیں۔ ہماری چوری ڈاکہ اور زنا وغیرہ جرائم سے باخبر ہیں۔ اور ہمارے گناہوں کو یہی معاف کر سکتے ہیں' ان غلط نظریات کی وجہ سے لوگ ان کے مطیع بن چکے تھے اور انکے ہر حکم ماننے پر مجبور تھے کہ اگر یہ راضی ہیں تو بیڑا پار ہے' نہیں تو بیڑا غرق۔ کیونکہ انہوں نے ان بڑوں کو خدائی کا مرتبہ دیا تھا۔ اور اس طرح شرک وکفر میں مبتلا ہو چکے تھے۔ وہ ان کے ظاہر کردہ عیوب اور خامیوں کی وجہ سے انہیں اور پورے ملک کو بلیک میل بھی کرتے رہتے ہیں۔

چنانچہ آج کل بھی بعض جاہل اور بدعتی پیر اس طرح کرتے ہیں کہ اپنے مریدوں کو ذہنی طور پر مفلوج کر کے یرغمال بنا دیتے ہیں۔ اور انہیں یہ باور دلاتے ہیں کہ ہم ہی آپ کی شفاعت کریں گے اور آپ کو نجات دیں گے۔ تم نے ہمارے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا ہے۔ اب آپ کو کچھ غم نہیں' دین سے جاہل اور آخرت سے غافل عوام جب یہ سنتے ہیں کہ ان کے ہاتھ میں ہاتھ دینے سے سارا بوجھ کندھوں سے اتر جاتا ہے۔ تو عوام جوق در جوق انکے درگاہوں میں حاضری دیتے ہیں اور ان سے بیعت کر کے مرید بن جاتے۔ اور یہ ناعاقبت اندیش پیر بھی مریدوں کو یہ باور دلاتے ہیں کہ تم ہر وقت ہماری نظر میں ہوتے ہو اور ہم آپ کے سب اعمال سے باخبر ہیں۔ الغرض ان بدعتی پیروں اور ان کے مریدوں کا بھی آپس میں وہی معاملہ ہوتا ہے جیسا کہ عیسائیوں کے عوام اور انکے احبار ورہبان اور پاپاؤں کے درمیان ہوا کرتا تھا۔ اور اس طرح یہ جاہل اور بدبخت حدیث مبارک (لتتبعن سنن من قبلكم الحديث) کا مصداق بن جاتے ہیں۔ (فهدا هم الله جميعاً)

حاصل یہ کہ ان احبار ورھبان نے عوام پر اس حد تک اپنا قبضہ جما لیا تھا کہ بادشاہ بھی ان کے گرفت میں ہوتے تھے۔ اور حکومتیں بھی ان کے ہوس کا نشانہ بن جاتی تھیں۔

مذہب کی سیاست سے علیحدگی:

بالآخر حکمران لوگ ان سے تنگ آ گئے اور یہ قانون پاس کیا کہ حکومت' مذہب سے بالکل آزاد ہوگی اور ملاؤں احبار ورہبان کی مذہبی سرگرمیاں صرف ان کے گرجا گھروں تک محدود ہوں گی اور اس طرح انہوں نے مذہب کو سیاست سے علیحدہ کر دیا۔ یہی نتیجہ نکلا اہل کتاب کی اعتقادی نظریاتی اور عملی بے اعتدالیوں کا کہ کفر و شرک میں مبتلا ہوئے اور مذہب کو سیاست سے الگ کر دیا اور پھر عیسائی حکومتوں نے اس نظریہ کا خوب پرچار کیا۔ اور دیگر اقوام میں بھی یہ نظریہ رائج ہوا کہ مذہب کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کے بعض سیکولر جماعتیں بھی ان کی

بولی بولنے لگیں کہ مُلا کے لئے محراب و مصلیٰ کافی ہے۔ صدارت کی کرسی ان کے لئے مناسب نہیں۔ اگر یہ نظریہ مسلمانوں میں جڑ پکڑ لیتا تو مسلمانوں کے دین و دنیا کی بربادی کے لئے یہی کافی تھا۔ لیکن بحمداللہ علماء کرام نے اس پروپیگنڈا کا خوب توڑ کیا۔ اور یہود و نصاریٰ کی اس خطرناک سازش کو مسلمانوں میں چلنے نہیں دیا۔

قبولیت توبہ صرف اللہ کے ساتھ مخصوص ہے:

پس رحمت عالم ﷺ نے دنیا میں تشریف لا کر ان تمام غلط عقائد و نظریات کا خاتمہ کر دیا۔ اور واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی کسی کے گناہوں کو معاف نہیں کر سکتا۔

وھل یغفر الذنوب الا اللہ (الایۃ) یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں۔ بلکہ ہر بندہ اللہ تعالیٰ سے براہ راست اپنے گناہوں کی معافی مانگے۔ اور توبہ تائب ہو کر اللہ تعالیٰ سے اپنا معاملہ صاف کر دے۔ جو بھی بندہ اخلاص کے ساتھ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔ احبار و رھبان اور جاہل پیروں کو نذرانے اور شکرانے پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ تو کوئی کسی کا گناہ معاف کر سکتا ہے اور نہ ہی کوئی کسی کے گناہوں کا کفارہ بن سکتا ہے۔ جسے اپنا عمل پیچھے چھوڑ دے۔ اسے اس کا نسب (رشتے ناطے اور تعلقات وغیرہ) آگے نہیں بڑھا سکتے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے توبہ سے متعلق افراط و تفریط کو ختم کر کے اور ہر بندہ کے لئے اخلاص کے ساتھ توبہ کرنے کا آسان راستہ بنا دیا۔ اس وجہ آپ ﷺ کو لقب "بنی التوبہ" سے یاد کیا گیا۔

من قذف مملوکہ بریئا مما قال لہ الخ۔

یعنی جس نے اپنے مملوک غلام یا لونڈی پر تہمت لگائی اور اسے بدکار ہونے کی گالی دی۔ مثلاً کہا کہ اے بدکار اے زناکار حالانکہ جو کچھ یہ کہہ رہا ہے وہ غلام اور خادم اس سے بری اور پاک ہے تو اللہ تعالیٰ اس تہمت لگانے والے مالک پر قیامت کے دن حد قائم کرے گا۔

ایک فقہی مسئلہ:

مسئلہ یہ ہے کہ غلام اور لونڈی کو قذف (زنا کی گالی) دینے سے قاذف (گالی دینے والے) پر اسلامی قانون کی رو سے حد قذف قائم نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ حد کے قائم کرنے کے لئے ایک شرط یہ ہے کہ مقذوف محصن ہو۔ اور غلام، لونڈی محصن نہیں ہے۔ لہٰذا اس شرط کی عدم موجودگی کی وجہ سے حد ساقط ہوگی۔ البتہ اس گالی دینے والے کو تعزیری سزا دی جاوے گی۔ حدیث باب میں بھی اس کی طرف اشارہ موجود ہے کہ غلام کو قذف دینے والے پر حد قذف دنیا میں جاری نہ ہوگا اور یہ مسئلہ فقہاء کرام کا اتفاقی ہے۔ لیکن کوئی یہ نہ سمجھے کہ دنیا میں حد قذف نہیں تو غلام کو ناحق زنا کی نسبت کرنے پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر حد قائم فرما دے گا۔ البتہ اگر واقعتاً وہ غلام ایسا ہی ہو جیسا کہ سید (مولیٰ) نے کہا ہے کہ تو پھر قیامت کے دن بھی اس پر حد قائم نہ کیا جاوے گا۔

حدثنا محمود بن غيلان ثنا مؤمل ثنا سفيان عن الاعمش عن ابراهم التيمي عن أبيه عن أبي مسعود قال كنت أضرب مملوكالي فسمعت قائلا من خلفي يقول: احلم أبا مسعود! احلم أبا مسعود! فالتفت فاذا أنا برسول الله ﷺ فقال: لله أقدر عليك منك عليه قال ابو مسعود، فما ضربت مملوكالي بعد ذالك هذا حديث حسن صحيح۔

وابراهيم التيمي هو ابراهيم بن يزيد بن شريك۔

ترجمہ: حضرت ابومسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ میں اپنے ایک غلام کو مارر ہاتھا تو میں نے اپنے پیچھے سے ایک آواز دینے والے کی آواز سنی جو کہ کہہ رہے تھے: ابومسعود صبر کرو! ابومسعود صبر کرو! جب میں نے مڑ کر دیکھا تو اچانک وہ رسول اللہ ﷺ تھے۔ پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ضرور اللہ تعالیٰ کو تجھ پر زیادہ قدرت حاصل ہے اس قدرت سے جو کہ تجھ کو اس پر حاصل ہے۔ ابومسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے بعد اپنے کسی بھی غلام کو نہیں مارا۔

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابراہیم التیمی جو ہے یہ ابراہیم بن یزید بن شریک ہے۔

صحابہؓ کی کمال وفاداری:

حضرت ابومسعودؓ کو جب رسول اللہ ﷺ نے تنبیہ دی اور غلاموں کے بارے میں اسے قیامت کے دن کے عذاب اور اللہ تعالیٰ کے مواخذہ سے ڈرایا تو پھر کبھی زندگی میں وہ کام نہ کیا جس سے رسول اللہ ﷺ نے خوف خدا دلا کر منع فرمایا۔ حضرت ابومسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے بعد اپنے کسی بھی غلام کو نہیں مارا۔

آج کے مسلمان بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں اور اتباع رسول ﷺ کے دعویدار ہیں۔ کتنے ہی ناجائز افعال اور نازیبا اقوال ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے سختی سے منع فرمایا ہے اور قرآن وحدیث میں ان پر وعیدیں ذکر کی گئی ہیں۔ اور ان وعیدوں کو سننے کے باوجود لوگ عام معاشرہ میں ان منھیات اور جرائم کو حددرجہ لاپرواہی کے ساتھ کر گزرتے ہیں اور انہیں یہ استحضار تک نہیں ہوتا کہ ان امور سے ہمارے خالق و مالک رب العالمین نے اور اس کے پیارے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے اور ان کے ارتکاب سے روز جزا میں رسوائی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سارے مسلمانوں کو اپنے پیغمبر ﷺ کا اتباع اور حضرات صحابہ کرامؓ اجمعین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرماوے۔ امین۔

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابومسعودؓ نے کہا کہ: اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ: یہ غلام اللہ تعالیٰ رضا کے لئے آزاد ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اگر تو ایسا نہ کرتا (یعنی اس غلام کو آزاد نہ کر دیتا) تو جہنم کی آگ تجھے اپنی لپیٹ میں لے لیتی۔

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

کمالات ومحاسن خیر الامم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ بالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم والذین امنوا اشد حبالله (آلایة۔سورۃ بقرہ)

ترجمہ: اور جولوگ ایمان لاتے ہیں ان میں اللہ کی محبت بہت زیادہ ہوتی ہے۔

وعن انسؓ قال قال رسول الله ﷺ لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین۔ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اپنے والدین' اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔

مخلوق خدا پر شفقت ورحم کی ہدایات:

نہ صرف خود پیکرِ رحمت وشفقت بلکہ پوری انسانیت کو دوسرے کے ساتھ رحم وکرم سے پیش آنے کی تلقین فرماتے ہیں: عن عبدالله بن عمر قال قال رسول الله ﷺ الراحمون یرحمهم الرحمان ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء (ابوداؤد وترمذی)

عبداللہ بن عمر روایت کررہے ہیں کہ آپ ؐ نے فرمایا مخلوقِ خدا پر رحم وشفقت کرنے والوں پر رحمان کی رحمت نازل ہوتی ہے اس لئے تم زمین پر رہنے والوں پر رحم کرو (جس کے نتیجہ میں) تم پر وہ (ذات یعنی رب العزت) رحم فرمائے گا جو آسمان میں ہے۔"

حضورؐ کی شفقت رحمت عامہ تھی:

رحمتِ عالمؐ نے حدیث مذکورہ میں کلمہ "من" ذکر فرمایا علماء وطلباء جانتے ہیں کہ یہاں من کا معنی عموم کے لئے ہے۔ من فی الارض کے ضمن میں سارے جاندار وغیر جاندار' انسان خواہ قوی ہو یا ضعیف' صحت مند ہو یا مریض۔ دولت مند ہو یا فقیر ولاچار مسلمان ہو یا غیر مسلم' مشرق کا رہنے والا ہو یا مغرب کا سفید ہو یا کالا وغیرہ وغیرہ تمام اجناس اس میں شامل ہیں البتہ غیر مسلم کے ساتھ رحم کرنے کا مطلب یہی ہوسکتا ہے کہ وہ کفر وفسق وفجور کی وجہ سے جہنم کے جن اندھیروں میں گرنے والا ہے اس کو ایمان وصراط مستقیم کے ترغیب دے کر بچایا جاسکتا ہے اور اس سے بڑھ کر رحمت

ورأفتہ اور کیا ہوسکتی ہے۔

<u>جود وسخا:</u> جود وسخا کا یہ حال کہ روئے زمین پر تمام لوگوں میں ان سے بڑھ کر کوئی سخی نہ تھا، خود فقر وفاقہ کے زندگی کو ترجیح دی اور لوگوں کو عطا یا دینے میں بڑے بڑے سخیوں کی سخاوت ان کے عطا کے سامنے ہیچ تھی۔ کبھی کسی سائل کے سوال پر انکار نہ کیا جود وسخاوت کے وہ مثال قائم کئے کہ قیامت تک آنے والے لوگ اس کی نظیر قائم نہیں کر سکتے اگر جود وسخا کے واقعات کو سنانا شروع کیا جائے تو طویل وعریض وقت میں ان کا احاطہ کرنا بھی مشکل ہے۔ مثال کے طور پر

عن جابر قال ماسئل رسول الله ﷺ قط فقال لا (بخاری ومسلم)

ترجمہ: ''حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ حضور اکرم ﷺ سے کسی نے سوال کیا ہو اور آپؐ نے اس سے انکار کر دیا ہو''

<u>حضورؐ کی عطاء سے فقر، استغناء سے بدل جاتا ہے:</u>

آپ نے سخاوت کے وہ مظاہرے فرمائے کہ خود سائل کے گمان وتصور میں نہ ہوتا کہ جس سے مانگا جارہا ہے وہ مطلوبہ چیز سے بھی بے حد بڑھ کر دے گا۔ اگر وقتی طور پر دینے کے لئے کچھ نہ ہوتا تو نہ حاجتمند کو انکار کرتے اور نہ ٹرخاتے بلکہ مطلوبہ چیز دستیاب ہونے تک انتظار کا فرما کر وہ وعدہ ضرور پورا فرماتے۔ سائل کے سوال پر جب دیتے جو کچھ موجود ہوتا سب دے دیتے اپنے لئے بعد اور کل کی فکر قطعاً نہ کرتے۔

عن انس ان رجلاً سئال النبی ﷺ غنماً بین جبلین فاعطاہ ایاہ فاتی قومہ، فقال ای قوم اسلموا فواللہ ان محمداً لیعطی عطاء مایخاف الفقر (مسلم)

''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے اتنی بکریاں دو جو دو پہاڑوں کے درمیانی جگہ کو بھر دیں پس اس کو اتنی ہی بکریاں عطا فرمادیں۔ وہ شخص جب اس کے بعد اپنی قوم میں آیا تو اپنے لوگوں کو کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! اسلام قبول کرلو خدا کی قسم محمدؐ اتنا دیتے ہیں کہ فقر وافلاس سے بالکل نہیں ڈرتے۔''

اسی وصفِ حمیدہ کا اثر تھا کہ سائل نے واپس جا کر اپنے قوم کو بھی دائرہ اسلام میں شامل ہونے کی دعوت دی کہ وہ نبی تو توکل وسخا کے ایسے مقام پر فائز ہے کہ جو کچھ ساتھ ہو لوگوں کو دے کر کل کی فکر ہی اسے نہیں۔

<u>بہادری اور شجاعت:</u> شجاعت وبہادری میں یکتائے زمانہ تھے۔ خطرناک ترین معرکوں میں بھی گھبراہٹ، پریشانی کے آثار ان پر نمودار نہ ہوئے غزوہ حنین میں کفار نے تیروں کی بارش کر کے حضورؐ کو نشانہ بنانے کی کوشش کی، وقتی طور پر صحابہ کرامؓ میں بھی ہیجانی قوت پیدا ہوئی مگر قربان جایئے سرور کونین صلعم پر سواری سے اتر کر اللہ کے حضور گڑگڑانے لگے دعا فرما کر مٹھی بھر مٹی لے کر حضورؐ پر حملہ آور ہونے والوں کی طرف پھینک دی۔ اللہ کے شان کریمانہ کو

دیکھئے تمام دشمنوں کی آنکھیں خاک سے بھر کر ذلیل خوار ہوئے اس اندوہناک موقع پر بھی سید الانبیاء کے پائے ثبات میں ذرہ برابر لغزش نہ آئی۔

شجاعت نبوی کا بے نظیر واقعہ:

آپؐ کے جود و سخا، حسن اور شجاعت کے بارے میں آپ کے خادم خاص، جو صاحب الوسادہ والنعلین تھے، فرماتے ہیں:

وعن انس قال کان رسول الله صلعم احسن الناس و اجود الناس و اشجع الناس ولقد فزع اهل المدينة ذات ليلة فانطلق الناس قبل الصوت فاستقبلهم النبی ﷺ قد سبق الناس الی الصوت وهو يقول لم تراعوا لم تراعوا وهو علی فرس لابی طلحه عری ماعليه سرج وفی عنقه سيف فقال لقد وجدته بحرا (بخاری و مسلم)

''حضرت انس کا ارشاد ہے کہ حضور ﷺ خوبصورتی، سخا، شجاعت و بہادری (یعنی اوصاف جمیلہ و اخلاق حسنہ) میں دنیا کے تمام لوگوں سے اکمل و افضل تھے ایک رات مدینہ کے رہنے والے ایک ہیبت ناک آواز سن کر ڈر گئے۔ لوگ جمع ہو کر جس طرف سے وہ خوفناک آواز آئی اسی طرف روانہ ہوئے وہاں پہونچ کر انہوں نے دیکھا کہ حضور ﷺ ان کے سامنے پہلے سے موجود ہیں۔ آنحضرت یہ آواز سن کر سب سے پہلے اکیلے گھر سے نکل کر اس سمت کو روانہ ہوئے تھے اور تمام لوگوں کو اطمینان دلانے کے لئے فرما رہے تھے۔ ڈرومت، ڈرومت کوئی خطرہ نہیں۔ اس وقت حضورؐ ابی طلحہ کو ایسے گھوڑے پر سوار تھے جس پر زین تک نہ تھی۔ آپؐ کے گلے میں تلوار لٹکی ہوئی تھی اور فرمایا کہ میں نے اس گھوڑے کو سمندر کی طرح تیز رو پایا''

غزوات میں دشمن کے سب سے نزدیک آپؐ ہی ہوتے۔ صحابہ میں جو حضرات جنگوں کے موقع پر حضورؐ کے بہت قریب ہوتے لوگ اسے بہادر ترین جوانمردوں میں شمار کرتے اس سے آپ خود اندازہ لگائیں کہ محمد عربیؐ کتنے بہادر و نڈر تھے کیونکہ دشمنوں کا نشانہ اول آپ ہی تھے اس کے باوجود صف اول میں مقابلہ کے لئے موجود تھے۔

مرقع حسن و جمال:

بے شمار کمالات و محاسن میں سے ایک امتیازی کمال جسدِ اطہر کا ظاہری حسن و جمال کی انتہا کو پہونچنا تھا۔ تمام مخلوقات میں ان جیسے حسین و جمیل فرد کے موجود ہونے کا تصور بھی محال ہے۔ حسن سیرت کے ساتھ ساتھ رب العزت نے حسنِ صورت کی تمام رعنائیوں سے آپ کو نوازا تھا۔ حضور ﷺ کے بارے میں کافر شعراء کے اشعار مذمومہ کے جواب میں مدح خوانِ رسول ﷺ حضرت حسان بن ثابتؓ منبر پر بیٹھ کر اپنے اشعار کے ذریعہ حضور کی شان میں اشعارِ مدحیہ کے ذریعہ کفار کا توڑ فرماتے۔ اسی حسانؓ ہی نے اپنے دو شعروں میں حضورؐ کے حسن و جمال کو ایسے جامع اور فصیح و بلیغ انداز سے پیش کیا جو حقیقت میں سمندر کو کوزے کے اندر بند کرنے کے مصداق ہیں۔ فرماتے ہیں:

و احسن منک لم ترقط عینی و اجمل منک لم تلد النساء

خلقت مبرأ من کل عیب کانک قد خلقت کما تشاء

ترجمہ: ''میری آنکھوں نے آپ سے زیادہ کبھی کوئی خوبصورت نہیں دیکھا۔ عورتوں میں کسی عورت نے آپ سے زیادہ جمیل کو نہیں جنا۔ (خلاصہ یہ ہے کہ) آپ کو ہر عیب سے خالی وصاف پیدا کیا گیا (گویا) جیسے آپ اپنی مرضی کے مطابق پیدا کئے گئے۔''

احادیث کی کتابوں میں حضورؐ کے اخلاق عالیہ، ظاہری و باطنی کمالات وخوبیوں پر مشتمل احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ شمائل النبی ﷺ کے نام سے موجود ہے۔ جس میں صحابہ کرامؓ نے اپنے اپنے خوبصورت انداز میں آپ ﷺ کے انوار و جمال کا ذکر فرمایا ہے۔ اسی سلسلہ میں حضرت علیؓ حضورؐ کے بدن اقدس کی ساخت، رفتار، رعب و دبدبہ، خوبصورتی وغیرہ کے مختلف زاویوں کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ آپ جیسا شخص نہ تو میں نے آپ سے پہلے دیکھا نہ آپ کے بعد دیکھا۔

بدرِ کامل سے زیادہ حسین:

حضرت جابر بن سمرہؓ حضورؐ کے حسن کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

عن جابر بن سمرہ قال رأیت النبی ﷺ فی لیلة اضحیان فجعلت انظر الی رسول اللہ ﷺ و القمر وعلیه حلة حمراء فاذاهوا حسن عندی من القمر (ترمذی) ''حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں چاندنی رات کو نبی کریم ﷺ کو دیکھ رہا تھا کبھی حضورؐ کو دیکھتا اور کبھی چاند کو دیکھتا (کہ ان میں کون زیادہ خوبصورت ہے) اس وقت آپ نے سرخ وسفید دھاری دار لباسؐ زیب تن کیا ہوا تھا۔ (فرماتے ہیں) حقیقت یہ ہے کہ آپ کا حسن و جمال چاند سے کہیں زیادہ تھا۔

حضورا کرمؐ سے احادیث کا سب سے زیادہ ذخیرہ بیان کرنے والے جلیل القدر صحابی حضرت ابی ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے زیادہ حسین وجمیل کوئی چیز نہیں دیکھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک سورج ہے جو آپ کے چہرہ اقدس سے جلوہ افروز ہورہا ہے۔

شیخ سعدیؒ کا خراج عقیدت:

عاشق وثنا خوانِ رسولؐ نے کس خوب انداز میں اپنے محبوب کی خوبیوں کا نقشہ کھینچ کر اپنے عشق وعقیدت کا اظہار فرمایا ہے۔

یا صاحب الجمال و یاسید البشر من وجهک المنیر لقد نور القمر

لایمکن الثناء کما کان حقه بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

حضورؐ اعلم الخلائق تھے۔

علم کے اعتبار سے ذات باری نے اس شان سے نوازا کہ اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ حضورﷺ اعلم الخلائق تھے۔ تمام انسانوں اور ملائکہ میں سب سے زیادہ علم آپ کو دیا گیا۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ حضور اکرمﷺ کے علم کے مقابلہ میں ساری مخلوقات کے علم کا تناسب ایسا ہے جو نسبت ایک قطرہ پانی کو سمندر سے ہے۔ یہ بات اپنی جگہ یقینی ہے کہ اللہ کے علم کے مقابلہ میں حضورؐ کے علم کی مثال سمندر کے سامنے قطرے کی ہے۔ اس میں شک وشبہ کی گنجائش بھی نہیں کیونکہ اللہ خالق، تمام کمالات وخوبیوں کا مالک وسرچشمہ، مخلوق کو اپنے بعض کمالات کا مظہر بنانے والا تو جیسے اس کی ذات ہر چیز سے بلند وبالا اس کے اوصاف بھی مخلوق کی صفات سے اعلیٰ وارفع ہوں گے۔ جہاں تک مخلوقات کا تعلق ان میں ملائکہ، انبیاء کرام، اولیاء عظام وغیرہ میں سب سے زیادہ علم آپ کو دیا گیا۔ تمام علوم میں انتہا کو پہنچ چکے تھے۔ خود ختم الرسل صلعم کا ارشاد ہے کہ اوتیت علم الاولین و الاخرین "یعنی تمام اگلے پچھلے علوم مجھ کو دیئے گئے گویا اتنے بڑے عالم تھے کہ دنیا میں اسکی مثال ہی نہیں۔ معلم بھی رب ذوالجلال جس کے ساتھ نہ کوئی شریک ہے اور نہ اسکا کوئی مثل اس کے علوم بھی لامتناہی، ان علوم کے احاطہ وشمار کرنے کا تصور بھی محال، اس ذات اقدس نے بغیر کسی انسانی واسطہ کے ختم الرسلؐ جو انبیاء کے سردار، رحمۃ للعالمین ہیں کو اپنے علوم واسرار ورموز سے براہ راست نواز کر فرمایا: وعلمک مالم تکن تعلم و کان فضل اللہ علیک عظیما

ترجمہ: اللہ نے تم کو وہ چیزیں سکھا دیں جو تم نہیں جانتے تھے۔

معلم اتنی عظیم ہستی تو اس کے متعلم کے علمی عظمت کا آپ خود اندازہ لگائیں کہ وہ عروج وکمال کے آخری سرحدات کو پہونچ کر باقی مخلوقات بھی اس کمال میں اس کے سامنے ہیچ ہوں گی۔

علمی جلالت قدر:

حضور کے جلالتِ علمی کے لئے قرآنی آیات اور احادیث مطہرہ کا مطالعہ اور ان میں غور وفکر ہی کافی ہے۔ قرآنی آیات سے احکام الٰہی کا استخراج، آیات کے اسرار ورموز کی گہرائیاں، علوم ومعارف کا استنباط وبیان رحمت دو عالمﷺ کے علم بے مثال کا طرہ امتیاز وکارنامہ ہے اور پھر احادیث مبارکہ جس کے بغیر قرآن کی سمجھ تو دور کی بات ہے عقیدہ اخلاق واعمال سب کے سب عقدہ، لانیحل بن جاتے۔ آپ کی زبانِ اقدس سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ وجملہ علوم ومعارف کے عظیم ذخیرہ کی حیثیت سے رہتی دنیا کے محدثین، فقہاء علماء اور محققین ان کے عجائبات ونکات تک پہونچنے میں مصروف عمل ہیں۔ آخر میں ہر ایک ''حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا'' کا اقرار کرکے آپ کے وحی غیر متلو یعنی احادیث شریفہ کی عظمت وخزینہ علم ومعرفت کا معترف ہوجاتا ہے۔

بحث ونظر

محمد مشتاق احمد
لیکچرر شعبۂ اسلامیات، پشاور یونیورسٹی

عصر حاضر میں جہاد سے متعلق مسائل

............لاہور کی ایک غیر سرکاری تنظیم ''مجلس فکر ونظر'' کی جانب سے مارچ ۲۰۰۵ء میں لاہور میں جہاد اور دہشت گردی کے موضوع پر ایک سیمینار منعقد کیا گیا۔ سیمینار سے قبل تنظیم کی جانب سے مختلف لوگوں کو ایک سوالنامہ بھی بھیجا گیا تھا۔ زیر نظر مقالہ اسی سوالنامے کی روشنی میں تیار کیا گیا ہے۔ مقالہ نگار نے ''آداب القتال'' سے صرف نظر کر کے صرف انہی سوالوں پر توجہ مرکوز رکھی جو 'علۃ القتال'' سے متعلق ہیں۔ اصحاب علم اس مقالے کو محض ایک طالب علم کی کاوش سمجھ کر دیکھیں۔ مقالہ نگار اپنی رائے کو حتمی نہیں سمجھتا۔ اس لئے اصلاح کی خاطر کی جانے والی ہر قسم کی تنقید کھلے دل سے قبول کی جائے گی۔..........

جہاد کی تعریف اور اقسام

اولاً: جہاد کی تعریف

جہاد جاھد یجاھد سے فعال کے وزن پر مصدر ہے۔ اس فعل کا دوسرا مصدر مفاعلۃ کے وزن پر مجاھدۃ ہے۔ بنیادی مادہ اس لفظ کا ج ھ د ہے۔ لغوی طور پر اس کے معنی انتہائی کوشش کے ہیں۔ شرعی اصطلاح کے طور پر یہ دو مفاہیم میں مستعمل ہے۔ ایک اس کا وسیع مفہوم ہے جس کے تحت دین کی سربلندی اور حفاظت کے لئے کی جانے والی ہر کوشش جہاد شمار ہوتی ہے۔ دوسرا اس کا خاص مفہوم ہے جس کے تحت دین کی سربلندی اور حفاظت کے لئے کی جانے والی مسلح جدوجہد ہی جہاد کہلاتی ہے، جسے ''قتال'' کے لفظ سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ گویا وسیع مفہوم میں قتال جہاد کی ایک قسم ہے، جبکہ بسا اوقات قتال اور جہاد مترادف کلمات کے طور پر بھی مستعمل ہوتے ہیں۔

دونوں مفاہیم میں اس کا استعمال قرآن وحدیث میں ہوا ہے۔ مکی سورتوں میں لفظ جہاد اپنے وسیع مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً سورۃ الفرقان میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: فلا تطع الکفرین و جاھدھم بہ جھادا کبیرا۔ (۱)

''پس آپ ان کافروں کی بات کا اثر نہ لیں اور اس قرآن کے ذریعے ان سے بڑا جہاد کیجیے۔''

اسی طرح سورۃ العنکبوت میں ارشاد ہوا ہے:

و الذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا ، و ان اللہ لمع المحسنین ۔ (۲)

''اور جولوگ ہماری خاطر سخت جدو جہد کر رہے ہیں ہم ضرور ان کو اپنی راہیں دکھائیں گے، اور یقیناً اللہ نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔''

سورۃ الحج کے مکی یا مدنی ہونے پر اختلاف ہے تاہم درج ذیل آیت کے متعلق جمہور مفسرین کی رائے یہی ہے کہ یہاں جہاد کا وسیع مفہوم ہی مراد ہے:

و جاھدوا فی اللہ حق جھادہ ۔ (۳) ''اور اللہ کی راہ میں جدو جہد کرو جیسا کہ اس کیلئے جدو جہد کا حق ہے۔''

مدنی سورتوں میں بالعموم لفظ جہاد کا استعمال قتال ہی کے مفہوم میں ہوا ہے۔

مثلاً سورۃ الحجرات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: انما المؤمنون الذین آمنوا باللہ و رسولہ ثم لم یرتابوا و جاھدوا باموالھم و انفسھم فی سبیل اللہ ، اولئک ھم الصدقون۔ (۴)

''حقیقت میں مومن تو وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر انہوں نے شک نہیں کیا اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کیا۔ یہی لوگ سچے ہیں۔''

اسی طرح سورۃ التوبۃ میں ارشاد ہوا ہے:

و اذا انزلت سورۃ ان آمنوا باللہ و جاھدوا مع رسولہ استاذنک اولوا الطول منھم ، و قالوا ذرنا نکن مع القعدین ۔ (۵)

''جب کبھی کوئی سورت اس مضمون کی نازل ہوئی کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کی معیت میں جہاد کرو تو ان میں سے مقدرت رکھنے والوں نے ہی آپ سے اجازت طلب کی کہ ان کو جہاد میں شرکت سے معاف کیا جائے اور کہنے لگے ہمیں چھوڑ دیجیے کہ ہم بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھ رہیں۔''

جہاد کے وسیع مفہوم کے متعلق امام ابن تیمیہ کہتے ہیں:

الجھاد اما ان یکون بالقلب کالعزم علیہ ، او بالدعوۃ الی الاسلام و شرائعہ ، او باقامۃ الحجۃ علی المبطل ، او ببیان الحق و ازالۃ الشبھۃ ، او بالرأی و التدبیر فی ما فیہ نفع المسلمین ، او بالقتال نفسہ ۔ فیجب الجھاد بغایۃ ما یمکنہ ۔ (۶)

''جہاد یا تو دل کے ذریعے کیا جاتا ہے جیسے جہاد کا عزم، یا اسلام اور اس کے احکامات کی طرف دعوت کے ذریعے، یا غلط کاروں پر حجت قائم کر کے، یا حق کی وضاحت اور شبہے کے ازالے کے ذریعے، یا مسلمانوں کے نفع کے کام کے لئے فکر اور تدبیر کے ذریعے، یا نفس قتال ہی کے ذریعے۔ پس جو ذریعہ بھی ممکن ہو اس کے ذریعے جہاد واجب ہے۔''

البتہ نفس کو خدا کا مطیع کرنے کے لئے کی جانے والی کوشش کے لئے عام طور پر جہاد کے بجائے ''مجاہدہ'' کا لفظ بولا

جاتا ہے۔ اسی طرح شریعت کے نصوص اور اصول وقواعد نیز فلسفۂ وحکمت تشریع کی روشنی میں نت نئے مسائل کا حل ڈھونڈنا بھی جہاد کے وسیع مفہوم میں شامل ہے، تاہم اس کے لئے عام طور پر مستعمل لفظ ''اجتہاد'' ہے۔

فقہاء ومحدثین اور علمائے امت کے محاورے میں لفظ جہاد ''قتال'' ہی کے مفہوم میں مستعمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث وفقہ کی کتب میں "كتاب الجهاد" کے عنوان کے تحت قتال ہی کے احکام ذکر ہوتے ہیں۔ اسی سبب سے بعض کتب (مثلاً صحیح بخاری) میں "كتاب الجهاد" کے بجائے یا اس کے ساتھ ساتھ "كتاب المغازي" کا عنوان ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک متعلقہ اصطلاحی لفظ "سیر" کا بھی ہے۔ سیر جمع ہے "سيرة" کا، جس کا مطلب ہے ''طریقہ، طرز عمل، کردار''۔ رسول اللہ ﷺ کے سوانح کے لئے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے اور جہاد بمعنی قتال کے شرعی احکام کے لئے بھی۔ اس مؤخر الذکر مفہوم کی وجہ سے ہی قتال کے احکام پر لکھی جانے والی ابتدائی کتب کا عنوان "كتاب السير" ہی ہوتا تھا (مثلاً محمد بن الحسن الشیبانی کی كتاب السير الصغير اور كتاب السير الكبير)۔ قتال کے احکام پر مبنی کتاب کو السیر کے نام سے معنون کرنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس کتاب میں مقاتلین یعنی برسر جنگ لوگوں کے ساتھ روا رکھے جانے والے طرز عمل کی وضاحت ہوتی تھی۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ اس طرز عمل کے لئے بنیادی طور پر رہنمائی رسول اللہ ﷺ کے طرز عمل اور انہی کے سوانح یا سیرت سے لی جاتی تھی۔ یہاں یہ بھی قابل ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سوانح کے لئے سیرت کے علاوہ عام طور پر مستعمل لفظ "مغازی" ہی تھا (مثلاً مغازی ابن اسحاق وغیرہ)۔

پس مسلم یا غیر مسلم معاشرے میں اعلاء كلمة الله کے لئے کی جانے والی ہر کوشش جہاد کے وسیع مفہوم میں شامل ہے، اسی طرح دینی احکام پر عمل کے لئے اپنی ذات کی اصلاح کے لئے کوشش بھی جہاد کے وسیع مفہوم میں شامل ہے، تاہم ایسی کوششیں قتال (جو جہاد کا خاص مفہوم ہے) نہیں کہلائی جاسکتیں، نہ ہی یہ کوششیں قتال کا بدل ہو سکتی ہیں۔ گویا جہاں شریعت کے احکام کی روشنی میں قتال فرض ہو چکا ہو وہاں جہاد کی دوسری اقسام پر عمل پیرا ہونے سے قتال کا فریضہ ادا نہیں ہوگا۔ اپنی اصلاح کی کوشش، یا اصلاح معاشرہ کی جدوجہد مستقل فرائض ہیں اور قتال (جب اس کی فرضیت کے اسباب موجود ہوں) ایک مستقل فریضہ ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے نماز کی ادائیگی کسی ایسے شخص کو فریضہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے مبرا نہیں کرسکتی جس پر زکوٰۃ فرض ہو چکی ہو۔

ثانیاً: جہاد ''دفاعی'' یا ''اقدامی''؟

کئی وجوہ سے جہاد کیلئے ''دفاعی'' اور ''اقدامی'' کی تقسیم صحیح نہیں ہے۔[7] پہلے تو یہی بات متنازع فیہ ہے کہ کون سے حالات دفاع کے تحت آتے ہیں اور کس کارروائی کو اقدام کہا جائے گا۔ مثلاً ایسی صورت میں جبکہ ایک دفعہ جنگ ہو چکی ہو اور کسی مستقل معاہدۂ امن کے بغیر فریقین اپنے اپنے مورچوں میں واپس چلے گئے ہوں اور پھر ایک

فریق حملے میں پہل کرے تو اسے پچھلی جنگ کا تسلسل قرار دے کر دفاعی بھی کہا جاسکتا ہے، جبکہ اسے ایک نیا حملہ قرار دے کر اقدامی بھی کہا جاسکتا ہے۔ اسی طرح کسی غیر مسلم ملک یا کسی دوسرے مسلم ملک میں مقیم مسلمانوں پر حملے کی صورت میں ان کی مدد کو دفاع بھی قرار دیا جاسکتا ہے اور اقدام بھی۔ نیز اقدامی جہاد کی ترکیب سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ یہ کوئی مستقل جنگ (Perpetual War) ہوگی، حالانکہ جہاد اس سے یقیناً مختلف ہے۔ اسی طرح دفاعی جہاد کی ترکیب سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حملے میں پہل ناجائز ہے، جبکہ بعض حالات ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں پہل واجب ہوجاتی ہے۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دفاع کا حق ایک فطری حق ہے جس کے لئے خصوصی تشریع کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ تشریع کی اگر ضرورت تھی تو اس سلسلے میں تھی کہ دفاع کے حدود (Scope) متعین کئے جائیں، نیز وہ صورتیں بتائی جائیں جہاں حملے میں پہل یا اقدام جائز اور بعض اوقات واجب ہوجاتا ہے۔ مزید برآں جہاد کو دفاع تک محدود کرنے کی کوئی ضرورت بھی نہیں کیونکہ اقوام متحدہ کے چارٹر اور بین الاقوامی قانون کے تحت ''جائز جنگ'' محض دفاع تک ہی محدود نہیں ہے، بعض صورتوں میں اقدامی جنگ بھی جائز بلکہ واجب ہوجاتی ہے (مثلاً جب اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل چارٹر کے باب ہفتم کے تحت متعین کرے کہ کسی ملک کی جانب سے امن عالم کو خطرہ [Threat to the Peace] ہے)۔(۸)

رسول اللہ ﷺ نے جو جنگیں لڑی ہیں انہیں بھی محض دفاعی جنگیں نہیں قرار دیا جاسکتا۔ یقیناً ان میں اکثر جنگیں یا تو دفاعی ضرورت کے تحت لڑی گئیں یا وہ دراصل پچھلی جنگوں کا تسلسل تھیں، تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ بعض مواقع پر رسول اللہ ﷺ نے حملے میں پہل کی ہے (مثلاً غزوۂ خیبر یا غزوۂ تبوک)۔ ان جنگوں کو تبھی دفاع کہا جاسکے گا جب دفاع کا بہت ہی وسیع مفہوم لیا جائے یعنی اس میں پیش بندی کے اقدام (Pre-emptive Strike) کا حق بھی شامل سمجھا جائے۔ اب یہ بھی حقیقت ہے کہ پیش بندی کے اقدام کو ایک جانب سے دفاع اور دوسری جانب سے اقدام قرار دیا جائے گا۔ مزید برآں جس جنگ کا اعلان سورۃ التوبۃ میں کیا گیا ہے اسے تو کسی صورت بھی دفاع نہیں قرار دیا جاسکتا۔

فاذا انسلخ الاشھر الحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم، و خذوھم و احصروھم و اقعدوا لھم کل مرصد، فان تابوا و اقاموا الصلوٰۃ و آتوا الزکوٰۃ فخلوا سبیلھم، ان اللہ غفور رحیم۔(۹)

''پس جب حرام مہینے گزر جائیں تو ان مشرکین کو قتل کرو جہاں بھی انہیں پاؤ، اور انہیں پکڑو اور گھیرو اور ہر گھات میں ان کی خبر لینے کے لئے بیٹھو۔ پھر اگر یہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔ یقیناً اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کی جنگوں اور ان سے متعلقہ آیات واحادیث پر غور کرنے سے یہ حقیقت بالکل واضح طور پر سامنے آجاتی ہے کہ ان جنگوں میں رسول اللہ ﷺ کے مخالفین کے لئے عذاب الٰہی کا پہلو بھی شامل تھا۔ رسول اپنی قوم پر اللہ کی حجت تمام کرنے کے لئے آتا ہے۔ وہ قوم کے لئے حق اور باطل اس طرح واضح کر دیتا ہے کہ کسی کے پاس نہ ماننے کے لئے کوئی بہانہ یا دلیل باقی نہیں رہ جاتی۔ اس کے بعد بھی جو لوگ حق کے آگے سر جھکانے سے انکار کر دیتے ہیں ان کے لئے اسی دنیا میں خدا کی عدالت قائم ہو جاتی ہے اور رسول کی زندگی میں ہی انہیں نیست ونابود کر دیا جاتا ہے۔ پچھلی اقوام کے لئے عذاب الٰہی قدرتی آفتوں کی صورت میں نمودار ہوا، جبکہ خاتم النبیین ﷺ کے مخالفین کے لئے صحابہ کی تلواریں عذاب کا کوڑا بن گئیں۔ (۱۰)

قاتلوهم يعذبهم الله بايديكم۔ (۱۱) ''ان سے لڑو تا کہ اللہ تمہارے ہاتھوں ان کو عذاب دے''

پس رسول اللہ ﷺ کی جنگوں کا یہ مخصوص پہلو ہرگز نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ اس قسم کی جنگیں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے بعد نہیں لڑیں جاسکتیں۔ یہ ایک مخصوص حکم تھا جو اب باقی نہیں رہا۔ اس نکتے کی وضاحت کے لئے کچھ تفصیل ضروری ہے۔ رسول کو اللہ تعالیٰ اتمام حجت کیے لئے بھیجتا ہے۔

رسلا مبشرين و منذرين لئلا يكون للناس على الله حجة بعد الرسل۔ (۱۲)

''یہ سارے رسول خوشخبری دینے والے اور خبردار کرنے والے بنا کر بھیجے گئے تھے تا کہ ان کو مبعوث کرنے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے سامنے کوئی حجت باقی نہ رہے۔''

اتمام حجت کے بعد بھی حق کا انکار کرنے والوں کو لازماً سزا دی جاتی ہے اور اس سلسلے میں عدالت یہیں اس دنیا میں برپا ہو جاتی ہے۔

و لكل امة رسول، فاذا جآء رسولهم قضي بينهم بالقسط و هم لا يظلمون۔ (۱۳)

''ہر امت کے لئے ایک رسول ہے۔ پھر جب کسی امت کے پاس اس کا رسول آجاتا ہے تو اس کا فیصلہ پورے انصاف کیے ساتھ چکا دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ذرہ برابر ظلم نہیں کیا جاتا۔''

رسول کو اس کی زندگی میں ہی اللہ تعالیٰ غلبہ عطا کر دیتا ہے۔ ان الذين يحادون الله و رسوله اولئك في الاذلين۔ كتب الله لاغلبن انا ورسلي۔ ان الله قوي عزيز۔ (۱۴)

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محاذ آرائی کرتے ہیں وہ یقیناً ذلیل ترین ہو کر رہیں گے۔ اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب ہو کر رہیں گے۔ یقیناً اللہ زور آور اور زبردست ہے۔''

رسول کے مکذبین جب رسول کو قتل کرنے کے درپے ہو جاتے ہیں تو ان کے اقدام سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو آگاہ کر کے ہجرت کا حکم دے دیتا ہے۔ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام سے فرمایا گیا:

انہ لن یؤمن من قومک الا من قد آمن ، فلا تبتئس بما کانوا یفعلون ۔ و اصنع الفلک باعیننا و وحینا ۔ (۱۵) ''تمہاری قوم میں مزید کوئی ایمان لانے والانہیں ہے جولوگ ایمان لانے والے تھے وہ ایمان لا چکے، پس ان کے کرتوتوں پر غم کرنا چھوڑ دو اور ہماری نگرانی میں ہماری وحی کے مطابق کشتی بناؤ۔''

حضرت لوط علیہ السلام سے ارشاد ہوا: فاسر باھلک بقطع من اللیل ۔ (۱۶)

''پس تو کچھ رات رہے اپنے اہل وعیال کو لے کر نکل جا۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا گیا: اسر بعبادی انکم متبعون ۔ (۱۷)

''راتوں رات میرے بندوں کو لے کر نکل جاؤ، تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔''

رسول اللہ ﷺ سے ارشاد ہوا: و ان کادوا لیستفزونک من الارض لیخرجوک منھا و اذا لا یلبثون خلفک الا قلیلا ۔ سنۃ من قد ارسلنا قبلک من رسلنا ، و لا تجد لسنتنا تحویلا ۔ (۱۸) ''اور یہ لوگ اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ اس سرزمین سے تمہارے پیر اکھاڑ دیں اور تمہیں یہاں سے نکال باہر کردیں۔ لیکن اگر انہوں نے ایسا کیا تو خود یہ تمہارے نکل جانے کے بعد یہاں کچھ زیادہ دیر ٹھہر نہ سکیں گے۔ یہ ہمارا مستقل طریق کار ہے جو ہم نے ان تمام رسولوں کے معاملے میں برتا ہے جنہیں تم سے پہلے ہم نے بھیجا تھا، اور تم ہمارے طریق کار میں کوئی تغیر نہیں پاؤ گے۔''

رسول اللہ ﷺ کو ہجرت کی دعا بھی سکھادی گئی: قل رب ادخلنی مدخل صدق و اخرجنی مخرج صدق و اجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا ۔ و قل جآء الحق و زھق الباطل ، ان الباطل کان زھوقا ۔ (۱۹) ''اور دعا کرو کہ اے میرے رب مجھے جہاں بھی تو لے جا سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں سے بھی نکال سچائی کے ساتھ نکال، اور اپنی طرف سے ایک اقتدار کو میرا مددگار بنا۔ اور اعلان کردو کہ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا اور باطل تو ہے ہی مٹنے والا۔''

رسول کی ہجرت کے بعد قوم سے امان اٹھ جاتی ہے۔ وہ عذاب الٰہی کی مستحق ہوجاتی ہے۔ و اذ قالوا اللھم ان کان ھذا ھو الحق من عندک فامطر علینا حجارۃ من السمآء او ائتنا بعذاب الیم ۔ و ما کان اللہ لیعذبھم و انت فیھم ، و ما کان اللہ معذبھم و ھم یستغفرون ۔ (۲۰) ''اور وہ بات بھی یاد کرو جب انہوں نے کہا تھا کہ اے اللہ! اگر یہی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسادے یا کوئی اور دردناک عذاب ہم پر لے آ۔ اور اللہ اس وقت تو ان کو عذاب دینے والا نہیں تھا جبکہ تم ان میں موجود تھے، اور اگر یہ مغفرت طلب کریں تو اللہ اب بھی ان کو عذاب دینے والا نہیں۔''

رسول کے مکذبین پر یہ عذاب مختلف شکلوں میں نازل ہوتا رہا۔

فکلا اخذنا بذنبه ، فمنهم من ارسلنا عليه حاصبا ، و منهم من اخذته الصيحة ، و منهم من خسفنا به الارض ، و منهم من اغرقنا ، و ما كان الله ليظلمهم ، و لكن كانوا انفسهم يظلمون۔ (۲۱) ''آخر کار ہم نے ہر ایک کو اس کے جرم میں پکڑا۔ پس ان میں سے بعض پر ہم نے پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیجی، اور کسی کو ایک زبردست دھماکے نے آلیا، اور کسی کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا، اور کسی کو غرق کر دیا۔ اور اللہ تو ایسا نہیں کہ ان پر ظلم کرتا، بلکہ یہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے۔''

رسول اللہ ﷺ کی قوم پر اس عذاب کا پہلا کوڑا غزوۂ بدر کی صورت میں برسا۔ اس جنگ میں قریش مکہ کے تمام اہم سردار مارے گئے۔

ان تستفتحوا فقد جآء كم الفتح ، و ان تنتهوا فهو خير لكم ، و ان تعودوا نعد ، و لن تغنى عنكم فئتكم شيئا و لو كثرت ، و ان الله مع المؤمنين ۔ (۲۲)

''اگر تم فیصلہ چاہتے تھے تو لو! فیصلہ تمہارے سامنے آچکا۔ اب باز آجاؤ تو تمہارے لئے ہی بہتر ہے۔ اور اگر پلٹ کر وہی کرتوت دہراؤ گے تو ہم بھی وہی سزا دیں گے۔ اور تمہاری جمعیت، خواہ وہ کتنی ہی زیادہ ہو، تمہارے کچھ کام نہیں آئے گی۔ اور جان لو کہ اللہ مومنوں کے ساتھ ہے۔''

پھر مختلف جنگوں میں حق پرستوں اور باطل پرستوں کا ٹکراؤ ہوتا رہا اور حق اور باطل بالکل ہی ایک دوسرے سے ممیز ہو کر سامنے آگئے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک اور ناقابل تبدیل سنت ظاہر کر دی۔

انزل من السمآء مآء ، فسالت اودية بقدرها فاحتمل السيل زبدا رابيا ، و مما يوقدون عليه في النار ابتغآء حلية او متاع زبد مثله ، كذلك يضرب الله الحق و الباطل ، فاما الزبد فيذهب جفآء ، و اما ما ينفع الناس فيمكث في الارض ، كذلك يضرب الله الامثال ۔ (۲۳)

''اللہ نے آسمان سے پانی برسایا، اور ہر ندی نالہ اپنے ظرف کے مطابق اسے لے کر چل نکلا، پھر جب سیلاب اٹھا تو سطح پر جھاگ بھی آگئے۔ اور ایسے ہی جھاگ ان دھاتوں پر بھی اٹھتے ہیں جنہیں زیور اور دیگر چیزیں بنانے کے لئے لوگ پگھلایا کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ حق اور باطل کا ٹکراؤ کراتا ہے۔ جو جھاگ ہے وہ اڑ جایا کرتا ہے اور جو چیز انسانوں کے لئے نافع ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے۔ اس طرح اللہ اپنی بات مثالوں سے سمجھاتا ہے۔''

صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں کے لئے موقع تھا کہ وہ مکہ فتح کرتے، مگر اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کا تقاضا یہ تھا کہ ابھی مکہ فتح نہ ہو۔

و هو الذى كف ايديهم عنكم و ايديكم عنهم ببطن مكة من بعد ان اظفر

کم علیھم، و کان اللہ بما تعملون بصیرا۔ ھم الذین کفروا و صدوکم عن المسجد الحرام و الھدی معکوفا ان یبلغ محلہ، و لو لا رجال مؤمنون و نسآء مؤمنات لم تعلموھم ان تطؤھم فتصیبکم منھم معرۃ بغیر علم، لیدخل اللہ فی رحمتہ من یشآء، لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا منھم عذابا الیما۔ (۲۴)

''وہی ہے جس نے مکہ کی وادی میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیے۔حالانکہ وہ ان پر تمہیں غلبہ عطا کر چکا تھا اور جو کچھ تم کر رہے تھے اللہ اسے دیکھ رہا تھا۔وہی لوگ تو ہیں جنہوں نے کفر کا ارتکاب کیا اور تمہیں مسجد حرام سے روکا اور ہدی کے اونٹوں کو ان کی قربانی کی جگہ نہ پہنچنے دیا۔اللہ ایسا نہ کرتا اگر مکہ میں ایسے مومن مرد و عورت موجود نہ ہوتے جنہیں تم نہیں جانتے، اور یہ خطرہ نہ ہوتا کہ نادانستگی میں تم انہیں پامال کر دو گے تو اس سے تم پر حرف آئے گا۔یہ اللہ نے اس لئے کیا کہ جسے اللہ چاہے اپنی رحمت میں داخل کر لے۔اگر وہ مومن الگ ہو گئے ہوتے تو ان اہل مکہ میں سے جو کافر تھے ان کو ہم ضرور سخت عذاب دیتے۔''

بالآخر جب مومن اور کافر الگ الگ ہو گئے اور مکہ فتح ہوا تو کافروں کے لئے آخری حکم سورۃ التوبۃ میں نازل ہوا۔

فاذا انسلخ الاشھر الحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم، و خذوھم و احصروھم و اقعدوا لھم کل مرصد، فان تابوا و اقاموا الصلوٰۃ و آتوا الزکوٰۃ فخلوا سبیلھم، ان اللہ غفور رحیم۔ (۲۵)

''پس جب حرام مہینے گزر جائیں تو ان مشرکین کو قتل کرو جہاں بھی انہیں پاؤ، اور انہیں پکڑو اور گھیرو اور ہر گھات میں ان کی خبر لینے کے لئے بیٹھو۔پھر اگر یہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔یقیناً اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کے مندرجہ ذیل فرمان مبارک کا یہی صحیح محل ہے:

امرت ان اقاتل الناس حتی یشھدوا ان لا الٰہ الا اللہ و ان محمدا رسول اللہ، و یقیموا الصلوٰۃ و یؤتوا الزکوٰۃ۔ فاذا فعلوھا عصموا منی دمآئھم و اموالھم الا بحقھا، و حسابھم علی اللہ۔ (۲۶)

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ان لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ یہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کریں، اور زکاۃ دیں۔جب وہ ایسا کریں گے تو اپنی جانیں اور اپنے اموال مجھ سے بچا لیں گے، سوائے اس حق کے جو اسلام کے اقرار سے ان پر عائد ہوتا ہو، اور ان کے ساتھ محاسبہ اللہ کا کام ہوگا۔''

یوں رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی سنت کے عین مطابق غلبہ اور تمکن حاصل ہوا۔

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ و لو کرہ المشرکون۔ (۴۷)

''وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ اسے پورے دین پر غالب کر دے، خواہ یہ ان مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔''

رسول اللہ ﷺ نے جزیرۃ العرب کو دین اسلام کے لئے مخصوص کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لا یجتمع دینان فی جزیرۃ العرب۔ (۴۸) ''جزیرۂ عرب میں دو دین جمع نہیں ہو سکتے۔''

ثالثاً: علۃ القتال اور غایۃ القتال

جہاد کے حکم کی صحیح نوعیت اور وسعت معلوم کرنے کے لئے، دفاعی اور اقدامی کی بحث سے زیادہ ضروری امر یہ ہے کہ اس حکم کی ''علت'' اور ''غایت'' کی تحقیق کی جائے۔

فقہاء کے ایک گروہ کا موقف یہ تھا کہ قتال کی علت ''کفر'' ہے۔ یہ قول امام شافعی اور بعض ظاہریہ و حنابلہ سے مروی ہے۔ (۴۹) اس قول کے بموجب کفر کا وجود جب تک باقی رہے گا قتال جاری رہے گا۔ لیکن اس قول پر چند قوی اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ نے صراحتاً عورتوں، بچوں اور دیگر غیر مقاتلین کے قتل سے منع فرمایا۔ اگر قتال کی علت کفر تھی تو اس استثناء کی کیا حیثیت ہوگی؟ مزید یہ کہ اگر قتال کی علت کفر ہو تو جنگ اس وقت تک جاری رہنی چاہیے جب تک کہ تمام کفار مسلمان نہ ہو جائیں، یہاں تک کہ ہتھیار ڈالنے والوں کے لئے بھی بس دو ہی راہیں ہوں گی؛ اسلام قبول کر لیں، نہیں تو انہیں قتل کیا جائے گا۔ اس طرح یہ قول بنیادی قرآنی اصول لا اکراہ فی الدین سے متصادم ہو جاتا ہے۔ نیز اس قول کے بموجب اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی اقامت اور ان سے جزیے کی وصولی بھی ناجائز ہو جاتی ہے۔

ان قباحتوں کے پیش نظر بعض لوگوں کی رائے یہ ہوئی کہ قتال کی علت ''کفر'' نہیں بلکہ ''شوکت کفر'' ہے۔ گویا غیر مسلموں کو ان کے دین پر عمل کی اجازت تو ہوگی مگر انہیں یہ حق نہیں حاصل ہوگا کہ وہ منظم ریاست کی صورت میں رہیں، اور قتال اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کفر کی شان و شوکت باقی ہے۔ جب اسلام اور مسلمانوں کی بالادستی قائم ہو جائے تو غیر مسلموں کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اسلامی ریاست کے زیر سایہ اپنے مذہب پر عمل کریں، انہیں اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

ان دونوں اقوال کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ اسلامی ریاست غیر مسلم ریاست یا ریاستوں کے ساتھ مسلسل برسر جنگ رہے گی، امن کا معاہدہ اول تو کیا نہیں جائے گا، اور اگر کسی مصلحت یا ضرورت کے تحت کیا گیا تو وہ موقت ہوگا

جس کی حیثیت جنگ بندی (Armistice) کی ہوگی۔

جمہور فقہاء، جن میں امام ابوحنیفہ، امام مالک اور شافعیہ وحنابلہ کی اکثریت شامل ہے، کی رائے یہ ہے کہ قتال کی علت ''کفر'' یا ''شوکت کفر'' نہیں بلکہ "محاربة" (Aggression) ہے۔[۳۰] اس قول کے بموجب قتال اس وقت تک جاری رہے گا جب تک مخالفین کی جانب سے محاربہ پایا جائے۔ جب وہ محاربہ ترک کر کے امن کے ساتھ رہنے پر آمادہ ہوں تو ان کے ساتھ جنگ نہیں کی جائے گی۔ اس قول کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ امن کا معاہدہ جائز ہو، چاہے یہ معاہدہ موقت ہو یا وقت کی قید سے آزاد ہو۔ محاربے کے تحت مختلف صورتیں آتی ہیں۔ مثلاً اسلامی ریاست پر حملہ، یا حملے کی تیاری، حملہ آوروں کی مدد، امن معاہدے کی بنیادی شقوں کی خلاف ورزی، غیر مسلم ملک میں مقیم مسلمانوں پر مظالم بالخصوص انہیں دین پر عمل سے روکنا وغیرہ۔ اسی طرح اسلام کی ترویج واشاعت کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنا بھی محاربے میں شمار ہوتا ہے اور اس کی بعض سنگین صورتوں میں جنگ جائز ہو جاتی ہے۔

جن لوگوں کی رائے یہ ہوئی کہ قتال کی علت ''کفر'' یا ''شوکت کفر'' ہے ان کا استدلال بنیادی طور پر تین طرح کا ہے:

اولاً: ان آیات واحادیث سے استدلال جن میں کفر واسلام کی مستقل جنگ کا ذکر ہے۔ مثلاً سورۃ الممتحنہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: قد كانت لكم اسوة حسنة في ابراهيم و الذين معه، اذ قالوا لقومهم انا برءٰؤ منكم و مما تعبدون من دون الله، كفرنا بكم، و بدا بيننا و بينكم العداوة و البغضآء ابدا حتى تؤمنوا بالله وحده۔[۳۱]

''تم لوگوں کے لئے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے طرز عمل میں بہترین نمونہ ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے، جنہیں تم خدا کو چھوڑ کر پوجتے ہو، قطعی بیزار ہیں۔ ہم نے تم سے کفر کیا، اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے عداوت ہوگئی اور بیر پڑ گیا، جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لے آؤ۔''

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کی آیات سے استدلال انتہائی ضعیف ہے۔ کفر اور اسلام کی جنگ اعتقادی اور نظری سطح پر ہمیشہ سے جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔ لیکن اس سے مستلزم نہیں آتا کہ مسلمانوں اور غیر مسلموں میں بھی مستقل جنگ کا سلسلہ جاری رہے۔ اسی سورۃ الممتحنہ میں آگے ارشاد ہوا ہے:

لا ينهٰكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في الدين و لم يخرجوكم من ديا ركم ان تبروهم و تقسطوا اليهم، ان الله يحب المقسطين۔[۳۲]

''اللہ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں سے نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو جنہوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

اسی طرح سورۃ النساء میں ارشاد ہوا ہے: فان اعتزلوکم فلم یقاتلوکم و القوا الیکم السلم فما جعل اللہ لکم علیھم سبیلا (۳۳) ''پس اگر وہ تم سے کنارہ کش ہو جائیں اورلڑنے سے باز رہیں اور تمہاری طرف صلح کا ہاتھ بڑھائیں تو اللہ نے تمہارے لئے ان سے لڑنے کی کوئی سبیل نہیں رکھی ہے۔''

ثانیاً: ان آیات واحادیث سے استدلال جن میں قتال کے فریضے کا مطلقاً ذکر آیا ہے۔ مثلاً سورۃ التوبۃ میں حکم ہوا ہے: قاتلوا الذین یلونکم من الکفر و لیجدوا فیکم غلظۃ۔ (۳۴)

''اے ایمان والو! جنگ کروان کفار سے جو تمہارے قریب ہیں، اور چاہیے کہ وہ تمہارے اندر سختی پائیں۔''

لیکن دوسری طرف وہ آیات ہیں جو قتال کے حکم کو محاربے کے ساتھ مقید کر دیتی ہیں۔ مثلاً سورۃ البقرۃ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: و قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم، و لا تعتدوا، ان اللہ لا یحب المعتدین۔ (۳۵) ''اورتم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں مگر زیادتی نہ کرو، کیونکہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

ایسی صورت میں کہا جاتا ہے کہ سورۃ التوبۃ کی آیات نے سورۃ البقرۃ کی آیات کو منسوخ کر دیا ہے۔ لیکن یہ دلیل انتہائی ضعیف ہے کیونکہ نسخ کی طرف تبھی جایا جاتا ہے جب جمع ممکن نہ ہو، جبکہ یہاں حمل المطلق علی المقید کے قاعدے پر جمع ممکن ہے۔ اور پھر سورۃ البقرۃ کی آیات کس طرح منسوخ ہوسکتی ہیں جبکہ وہ قتال کی علت بیان کررہی ہیں؟

ثالثاً: رسول اللہ ﷺ نے کفار کے ساتھ جو جنگیں لڑیں ان سے استدلال کیا جاتا ہے کہ اسی طرح ہر دور کے کفار کے ساتھ اس وقت تک جنگ لڑی جائے گی جب تک کہ وہ اسلامی ریاست کے ماتحت زندگی بسر کرنے پر آمادہ نہ ہوں۔ مگر یہ استدلال بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ، جیسا کہ پچھلی سطور میں تفصیل سے واضح کیا گیا، یہ رسول کے براہ راست مخاطبین کے لئے ایک مخصوص معاملہ تھا اور اس کا عام جنگوں اور جہاد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ یقیناً رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کی جنگوں میں محاربے کے ساتھ ساتھ شوکت کفر کی علت بھی کارفرما تھی۔ بلکہ جن پر حجت تمام ہو چکی اور پھر بھی وہ کفر کی ایک خاص قسم، شرک، پر قائم رہے تو ان کے لئے تو آخری حکم قتل ہی کا تھا۔ تاہم بعد کے ادوار کے لئے قتال کی علت محاربہ ہی ہے اور اس کی غایت محاربے کا خاتمہ ہے۔

امام سرخسی فرماتے ہیں: و المقصود ان یامن المسلمون و یتمکنوا من القیام بمصالح دینھم و دنیاھم۔ (۳۶)

''اور مقصود یہ ہے کہ مومن امن سے رہیں اور ان کے لئے اپنے دین اور دنیا کے مصالح کا حصول ممکن ہو سکے۔''

اس موقف پر یہ اعتراض کیا گیا کہ حدیث مبارکہ میں جہاد کے ہمیشہ جاری رہنے کا اعلان کیا گیا ہے۔

الجهاد ماض منذ بعثني الله الى ان يقاتل آخر امتي الدجال ، لا يبطله جور جائر و لا عدل عادل ۔ (۳۷)

''جہاد جاری ہے جب سے مجھے اللہ نے بھیجا ہے یہاں تک کہ میری امت کے آخری لوگ دجال سے جنگ کریں، اسے ظالم کا ظلم باطل کر سکے گا نہ عادل کا عدل۔''

یہ اعتراض کئی وجوہ سے بے وزن ہے۔ اولاً تو ابوداؤد کے ترجمۃ الباب (باب فی الغزو مع ائمۃ الجور) سے واضح ہوتا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جہاد ہر حکمران کی اطاعت میں کیا جائے گا۔ یہ نہیں کہا جائے گا کہ فلاں حکمران فاسق ہے اس لئے اس کی اطاعت میں جہاد نہیں کیا جائے گا، بلکہ جب بھی جہاد کا سبب پایا جائے گا جہاد کیا جائے گا، چاہے جہاد کے لئے بلانے والا حکمران ظالم ہو یا عادل ہو۔ ایک اور روایت میں یہی یوں کہی گئی ہے:

الجهاد واجب مع كل امير برا كان او فاجرا ۔ (۳۸)

''جہاد ہر امیر کے ساتھ، چاہے وہ نیک ہو یا بد، واجب ہے''

نیز یہ حدیث دیگر کئی آیات و احادیث کی طرح جہاد کی فرضیت بیان کر رہی ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جہاد کی فرضیت تا قیامت قائم رہے گی اور منسوخ نہیں ہوگی۔ لیکن اس سے یہ مراد نہیں کہ مسلمان ایک مسلسل جنگ (Perpetual War) جاری رکھیں، چاہے کوئی ان سے جنگ کرے یا نہ کرے، اور چاہے کسی نے محاربے کا ارتکاب کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ بلکہ جب بھی قتال کا سبب پایا جائے گا قتال کیا جائے گا۔ مثلاً صلوٰۃ و زکوٰۃ کی فرضیت بھی تا قیامت قائم رہے گی، مگر اس پر عمل تبھی ہوگا جب فرضیت کا سبب پایا جائے گا (مثلاً نماز ظہر کے لئے زوال شمس، یا زکوٰۃ کے لئے نصاب کے برابر مال کی ملکیت)۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں رسالت کی ابتدا سے ''جہاد'' کا ذکر ہے، اور معلوم ہے کہ مکی دور میں جہاد کا لفظ وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا تھا۔ پس حدیث میں اسی وسیع مفہوم میں جہاد کے جاری رہنے کا ذکر ہے۔ البتہ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جہاد کی خاص اور اعلیٰ قسم، قتال، کا سبب ہوگا تو قتال بھی جاری رہے گا۔ پس قیامت سے کچھ قبل بھی مومن دجال کے خلاف قتال کریں گے۔

پھر اگر اس حدیث کا یہ مفہوم لیا جائے کہ جہاد بمعنی قتال کی کاروائی تا قیامت بغیر کسی انقطاع کے جاری رہے گی تو اس سے مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دنیا میں قتال کے اسباب یعنی محاربے کی مختلف صورتیں قیامت تک موجود رہیں گی اس لئے قتال بھی جاری رہے گا۔ گویا اس حدیث کی حیثیت پیش گوئی کی ہو جائیگی۔ کسی بھی آیت یا حدیث کو اس کے مخصوص سیاق و سباق اور دیگر آیات و احادیث کے ذخیرے سے الگ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا۔

رابعاً: حکم جہاد کی نوعیت

جہاد کی مختلف صورتوں کا حکم مختلف ہوگا۔ مجاہدۃ النفس جو جہاد کے وسیع مفہوم میں داخل ہے فرض عین ہے۔ اجتہاد فرض

کفائی ہے۔ قتال عام حالات میں فرض کفائی ہے جبکہ بعض اوقات (مثلاً نفیر عام کی صورت میں) یہ فرض عینی ہو جاتا ہے۔ دراصل ہر فرض کفائی عام حالات میں ہی فرض کفائی ہوتا ہے۔ مخصوص حالات میں فرض کفائی فرض عین میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ مثلاً ڈوبتے شخص کو بچانے کے لئے اگر تین بندے موجود ہوں اور بچانے کے لئے ایک بھی کافی ہو تو ان تینوں کے لئے یہ فرض کفائی ہوگا، اور ان میں جو بھی یہ فریضہ ادا کرے تو باقیوں کے ذمے سے فرض ساقط ہو جائے گا، اور اگر کسی نے بھی فرض ادا نہیں کیا تو تینوں گنہگار رہوں گے۔ تاہم اگر بچانے کے لئے ایک ہی شخص ہو تو اس کے لئے یہ فرض عینی ہو جائے گا۔

بعینہ اسی طرح اگر کافی لوگ قتال کا فریضہ ادا کر رہے ہوں تو اس فریضے کی حیثیت فرض کفائی کی ہوگی۔ ایسی صورت میں عورت اپنے شوہر یا ولی کی اجازت کے بغیر اور مرد اپنے والدین کی اجازت کے بغیر قتال کے لئے نہیں جا سکتے۔ البتہ جب قتال کی حیثیت فرض عینی کی ہو جائے تو پھر کسی سے اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ ایسی صورت میں اگر ماں باپ جہاد سے روکیں تو ان کا حکم نہیں مانا جائے گا، جیسا کہ اس صورت میں بھی ماں باپ کا حکم نہیں مانا جا سکتا جب وہ صلوٰۃ کی ادائیگی سے روکیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ماں باپ اور دیگر انسانوں کی اطاعت اس وقت تک ہی جائز ہوتی ہے جب تک انکی اطاعت اللہ اور اسکے رسول کی معصیت کا ذریعہ نہ بنے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

لا طاعة لمخلوق في معصية الله عز و جل (۳۹)

''جس معاملے میں اللہ عز و جل کی نافرمانی ہوتی ہو اس میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔''

اذن امام کی شرط اور جہادی تنظیموں کی حیثیت

جہاد کی فرضیت کا سبب اور علت تو یقیناً محاربہ ہے۔ البتہ اس کے لئے کئی شرائط ہیں جن کی موجودگی میں ہی یہ فرضیت عائد ہوگی۔ شرط مفقود ہو تو مشروط بھی مفقود ہوتا ہے (اذا فات الشرط فات المشروط)۔ البتہ بسا اوقات شریعت نے کسی شرط کی عدم موجودگی میں اس کے ''بدل'' کا تصور دیا ہے۔ اور اس ''بدل'' کی موجودگی شرط ہی کی موجودگی تصور ہوتی ہے، چنانچہ فرضیت بدل کی موجودگی میں بھی قائم رہتی ہے اور بدل کے ذریعے ادائیگی بھی صحیح متصور ہوتی ہے، یعنی فرض ذمے سے ساقط ہو جائے گا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ نماز کی صحت کے لئے وضوء شرط ہے۔ البتہ پانی کی عدم دستیابی یا کسی اور شرعی عذر کی بناء پر تیمم وضوء کا بدل اور قائم مقام بن جاتا ہے۔ ایسی صورت میں تیمم کے ذریعے صلوٰۃ کی ادائیگی نہ صرف صحیح بلکہ شرعاً مطلوب ہوتی ہے۔

اسی طرح جہاد کی ادائیگی کی صحت کے لئے بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ حکومت اور نظم اجتماعی کے ماتحت رہ کر کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: الغزو غزوان۔ فاما من ابتغى وجه الله و طاع الامام و انفق الكريمة و اجتنب الفساد فان نومه و نبهته اجر كله۔ و اما من غزا

ریاء و سمعة و عصی الامام و افسد فی الارض فانه لا یرجع بالکفاف۔ (۴۰)

''جنگیں دو قسم کی ہیں: جس شخص نے خاص اللہ کی خوشنودی کیلئے جنگ کی، امام کی اطاعت کی، اپنا بہترین مال خرچ کیا اور فساد سے اجتناب کیا اس کا سونا اور جاگنا سب اجر کا مستحق ہے۔ اور جس نے دکھاوے اور شہرت کے لئے جنگ کی، امام کی نافرمانی کی اور زمین میں فساد پھیلایا تو وہ برابر بھی نہیں چھوٹے گا۔''

ایک اور موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من اطاعنی فقد اطاع الله، و من یطع الامیر فقد اطاعنی، و من یعص الامیر فقد عصانی۔ و انما الامام جنة یقاتل من ورآئه و یتقی به۔ فان امر بتقوی الله و عدل فان له بذلک اجرا، و ان قال بغیره فان علیه منه۔ (۴۱)

''جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی، اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ امام تو ڈھال ہے جس کے پیچھے رہ کر جنگ کی جاتی ہے اور جس کے ذریعے اپنا بچاؤ کیا جاتا ہے۔ پس اگر وہ اللہ سے ڈرنے کا حکم دے اور عدل کرے تو اس سب کا اجر اسے ملے گا، اور اگر وہ اس کے سوا کچھ اور حکم دے تو اس کا وبال بھی اس پر آئے گا۔''

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی واضح فرمایا کہ حاکم چاہے اچھا ہو یا برا جہاد اسی کی امارت میں کیا جائے گا:

الجهاد واجب مع کل امیر برا کان او فاجرا۔ (۴۲)

''جہاد ہر امیر کے ساتھ، چاہے وہ نیک ہو یا بد، واجب ہے''

ایک اور موقع پر فرمایا:

لا یدخل الجنة الا نفس مسلمة و ان الله لیؤید هذا الدین بالرجل الفاجر (۴۳)

''جنت میں صرف مومن ہی داخل ہونگے، البتہ اللہ تعالیٰ اس دین کی مدد کسی فاجر شخص سے بھی کرتا ہے''

اسی بناء پر تمام فقہاء نے قرار دیا کہ جہاد حکمران کی اطاعت میں کیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ کے عظیم المرتبت شاگرد اور اپنے عہد کے چیف جسٹس امام ابو یوسف نے صراحتاً قرار دیا ہے کہ کوئی جہادی کاروائی حکمران یا اس کے نائب کی اجازت کے بغیر نہیں کی جائے گی۔

لا تسری سریة بغیر اذن الامام۔ (۴۴)

''کوئی لشکر کشی امام کی اجازت کے بغیر نہیں کی جائے گی۔''

مشہور حنبلی فقیہ ابن قدامہ کا قول ہے: و امر الجهاد موکول الی الامام و اجتهاده، و یلزم الرعیة طاعته فیما یراه من ذلک۔ (۴۵)

''جہاد کا معاملہ امام اور اس کے اجتہاد کے حوالے ہے، اور وہ اس معاملے میں جو فیصلہ کرے رعیت پر لازم ہے کہ اس کی اطاعت کرے۔''

بلکہ امام ابوحنیفہ کے دوسرے اہم شاگرد امام محمد بن الحسن الشیبانی، جو اسلام کے بین الاقوامی قانون کے اولین مدونین اور ماہرین میں تھے، نے تو صراحت کی ہے کہ ہم اسی قاعدے کو غیر مسلموں پر بھی لاگو کریں گے۔ چنانچہ اگر کسی غیر مسلم ملک کے چند افراد نے اسلامی ملک کے کسی علاقے پہ حملہ کیا تو حملہ آوروں کے خلاف تو کاروائی کی جائے گی لیکن اسے اس ملک کی جانب سے حملہ اس وقت تک نہیں تصور کیا جائے گا جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ یہ حملہ اس ملک کی حکومت کی اجازت سے ہوا ہے۔ امام کاسانی اسی اصول کی بنیاد پر قرار دیتے ہیں کہ اگر غیر مسلم ملک کے چند باشندے اسلامی ملک کے ساتھ کیے گئے معاہدۂ امن کی خلاف ورزی کرلیں تو ان کے خلاف تو کاروائی کی جائے گی لیکن اسے اس ملک کی جانب سے معاہدے کے خاتمے کا اعلان صرف اسی صورت میں قرار دیا جائے گا جب یہ ثابت ہو کہ یہ کاروائی وہاں کی حکومت کی اجازت یا ایماء پر ہوئی تھی۔ گویا وہاں کی حکومت اس کاروائی میں ملوث نہ ہو تو اس کے ساتھ اور وہاں کی باقی رعایا کے کے ساتھ امن کا معاہدہ بدستور برقرار رہے گا۔ (۴۶)

یہ قاعدہ اور اصول کہ جنگی کاروائی حکومتی نظم کے تحت ہو صرف حملے ہی کے لئے نہیں بلکہ دفاع میں بھی اصول یہی ہے۔ جب مسلمان ملک پر حملہ ہو تو حکومت ہی مدافعت کرے گی اور وہی مختلف محاذوں پر فوجیں بھیجے گی۔ اسی طرح حکومت ہی نفیر عام کا فریضہ ادا کرے گی، یعنی وہی اعلان کرے گی کہ سارے ہی لوگ دفاع کے لئے اٹھ جائیں۔ (۴۷) مزید برآں فقہاء نے اس کی بھی صراحت کی ہے جنگ سے متعلق دیگر جتنے امور ہیں۔۔۔ جیسے مقبوضہ علاقوں اور آبادی نیز جنگی قیدیوں کے مستقبل کے متعلق فیصلہ، جنگ بندی یا مستقل امن کا معاہدہ طے کرنا وغیرہ۔۔ تو یہ سب حکومت کے کرنے کے کام ہیں۔ (۴۸)

البتہ یہاں دو باتوں کی وضاحت ضروری ہے: ایک یہ کہ موجودہ دور میں اس شرط سے عام طور پر نتیجہ یہ اخذ کیا جاتا ہے کہ یہ حکومت کا حق (Prerogative) ہے، جبکہ اس کے برعکس فقہاء جہاد کو حکومت کا فریضہ قرار دیتے ہیں۔ ظاہر ہے فریضے کو حق میں تبدیل کرنے سے پورا مفہوم اور مدعا ہی بدل جاتا ہے۔

دوسرے یہ کہ بعض استثنائی صورتیں ایسی ہیں جن میں یہ شرط ساقط ہو جاتی ہے، یا تو اس وجہ سے کہ اس شرط پر عمل ممکن ہی نہیں رہ جاتا اور یا اس وجہ سے کہ اس شرط کا شرعی بدل موجود ہوتا ہے۔ ان صورتوں کی کچھ وضاحت یہاں کی جاتی ہے۔

اولاً: اچانک حملہ اور حق دفاع شخصی

اگر حملہ اچانک ہو اور مرکزی حکومت یا اس کے نائبین کے ساتھ رابطہ ممکن نہ ہو، یا اس میں بہت سخت نقصان

کا اندیشہ ہو تو پھر حملے کی زد میں آئے ہوئے لوگ خود ہی مدافعت کا فرض ادا کریں گے اور ان کے لئے حکومت یا کسی بھی شخص کی اجازت ضروری نہیں ہوگی۔ اس کا ایک سبب تو وہی ہے جو پیچھے ذکر ہوا کہ ایسی صورت میں دفاع کا فریضہ فرض عینی کی حیثیت حاصل کر لیتا ہے، اور فرض عینی کی ادائیگی میں کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ دوسرا سبب اس کا یہ ہے کہ ایسی صورت میں دفاع صرف فریضہ ہی نہیں بلکہ حق بھی ہوتا ہے۔ اپنی جان، مال اور عزت بچانا ہر شخص کا حق ہے اور حملہ آور کے خلاف اس کے حملے کو روکنے اور خطرہ دفع کرنے کے لئے طاقت کا استعمال بھی ہر انسان کا حق ہے۔ اس لئے اس سلسلے میں کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس کی ایک مثال حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کی کاروائی ہے جو انہوں نے اچانک حملہ کرنے والوں کے خلاف کی تھی اور جس کے لئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے موقع پر یا پیشگی اجازت نہیں لی تھی۔ (۴۹)

ثانیاً: حکومت کی خاموش تائید جو اجازت کے قائم مقام ہو جاتی ہے

بعض اوقات کسی فرد یا جتھے کو حکومت با قاعدہ اجازت نہیں دیتی کہ وہ جا کے مخالفین کے خلاف فوجی کاروائی کرے۔ تاہم حکومت کے مختلف اقدامات، بلکہ بعض اوقات اس کی خاموشی بھی، اجازت کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔ اس اجمال کی تفصیل امام سرخسی نے یوں بیان کی ہے کہ مخالفین کے خلاف کاروائی کرنے والے چار طرح کے ہو سکتے ہیں: یا تو وہ ایک یا چند ہی افراد ہوں گے جو کچھ خاص فوجی اور سیاسی طاقت (منعة) نہ رکھتے ہوں؛ یا وہ ایک مضبوط جتھے کی صورت میں جو منعة رکھتے ہوں کاروائی کریں گے۔ پھر ہر دو صورتوں میں انہیں یا تو حکومت کی اجازت حاصل ہوگی یا نہیں ہوگی۔

۱) پس اگر وہ چند ہی لوگ ہوں جو منعة نہ رکھتے ہوں اور انہیں حکومت کی اجازت بھی حاصل نہ ہو تو سرخسی کے الفاظ میں ان کی حیثیت چوروں اور ڈاکوؤں کی ہوگی۔ اگر وہ وہاں پھنس جائیں تو مسلمانوں کی حکومت پر ان کی مدد واجب نہیں ہوگی اور اگر وہ کچھ مال حاصل کر لیں تو اسے مال غنیمت کی حیثیت بھی حاصل نہیں ہوگی، کیونکہ مال غنیمت اس مال کو کہا جاتا ہے جو اعلاء کلمة الله کی راہ میں مل جائے اور جسے مقصود اصلی کی حیثیت حاصل نہ ہو۔

۲) اگر وہ چند ہی لوگ ہوں اور انہیں حکومت نے اجازت دی ہو تو ان کی حیثیت حکومت کے نمائندوں یا جاسوسوں یا چھاپہ مار دستوں کی سی ہوگی۔ ان کی مدد بھی حکومت پر واجب ہوگی اور انہیں جو مال وغیرہ ملے تو اس کی حیثیت مال غنیمت کی ہوگی۔

۳) اگر بہت سارے لوگ جو منعة بھی رکھتے ہوں حکومت کی اجازت سے دوسرے ملک میں کاروائی کریں تو ان کی حیثیت فوج کے مختلف دستوں کی ہوگی۔ حکومت پر ان کی نصرت واجب ہوگی اور جو مال وہ حاصل کریں وہ مال غنیمت متصور ہوگا۔

۴) اگر بہت سارے لوگ جو منعۃ بھی رکھتے ہوں دوسرے ملک میں کاروائی کریں لیکن انہیں حکومت نے باقاعدہ صریح اجازت نہ دی ہو تب بھی قانونا پوزیشن یہی ہوگی کہ ان کی حیثیت فوج کے مختلف دستوں کی ہوگی۔اس کی وجہ سرخسی نے یہ ذکر کی ہے کہ ایک مضبوط جتھا جو فوجی اور سیاسی طاقت اور شوکت کا حامل ہو اور وہ کاروائی کے لئے اسلامی ملک سے کسی دوسرے ملک جاتا ہے تو یہ حکومت کے علم میں آئے بغیر نہیں ہوسکتا، اور جب حکومت نے باوجود علم کے انہیں جانے دیا تو یہ اس کی جانب سے خاموش تائید ہے جو صریح اجازت کے قائم مقام ہوجاتی ہے۔اس لئے حکومت پر ان کی نصرت بھی واجب ہوگی اور جو مال وہ حاصل کریں وہ مال غنیمت ہی متصور ہوگا۔(۵۰)

ہمارے نزدیک سرخسی کا یہ تجزیہ بالکل صحیح ہے اور اس کی روشنی میں جہادی تنظیموں کی صحیح حیثیت بہ آسانی متعین ہوجاتی ہے۔جب حکومت نہ صرف یہ کہ لوگوں کو مسلح تنظیمیں بنانے کا موقع دیتی ہے، بلکہ انہیں ہر قسم کی سہولیات بھی فراہم کرتی ہے۔۔۔ان کی ٹریننگ، ان تک اسلحہ کی فراہمی، ان کی سرحد پار کاروائی کرنا اور پھر واپس ملک لوٹ آنا۔۔۔جب ان میں سے ہر ہر مرحلہ حکومت کی تائید اور نگرانی میں طے پاتا ہو تو پھر صریح اجازت محض ایک کاغذی کاروائی (Formality) ہوجاتی ہے۔اس کاغذی کاروائی کے بغیر بھی قانونی پوزیشن یہی ہوگی کہ ان مسلح تنظیموں کی کاروائیاں حکومت کی اجازت سے ہی متصور ہوں گی۔

ثالثاً: اسلامی حکومت کی عدم موجودگی میں حق دفاع شخصی کے لئے منظّم جدوجہد

جیسا کہ پیچھے اشارہ کیا گیا، کبھی کبھار شرط کی عدم موجودگی میں اس کا بدل اس کا قائم مقام بن جاتا ہے۔اس اصول پر اگر کبھی اسلامی ملک پر حملے کے نتیجے میں وہاں کی حکومت کا عملاً خاتمہ ہوجائے اور ابھی جنگ جاری ہو تو دفاع کا فریضہ ادا کرنے کے لئے کسی جگہ باقاعدہ نظم حکومت قائم کرنے کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ مزاحمت کرنے والے آپس میں کسی کو امیر چن کر اس کی اطاعت کا اقرار کریں تو یہ حکومت کا بدل ہوجائے گا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ حکومت اور ریاست بذات خود مقصد نہیں، بلکہ فریضۂ دفاع و اعلاء کلمۃ اللہ کے اچھے طریقے سے انجام دینے کے لئے ایک ذریعہ ہیں۔اسی طرح وہ لوگ جو کسی ظالمانہ نظام سے آزادی چاہتے ہو تا کہ اپنے حقوق کا تحفظ کریں تو ان پر بھی ریاست و حکومت کے تحت لڑنے کی شرط لاگو نہیں ہوتی، بلکہ وہ تو لڑیں گے ہی اس مقصد کے لئے کہ اپنی ریاست اور حکومت قائم کرسکیں۔یہ حق انہیں موجودہ بین الاقوامی قانون نے بھی دیا ہے اور شریعت نے بھی۔(۵۱) امام سرخسی نے لکھا ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم قوم مسلمانوں کے ملک پر حملہ کرے اور حملہ آور قوم کے ملک میں چند مسلمان عارضی یا مستقل طور پر مقیم ہوں تو ان پر جہاد کا فریضہ عائد نہیں ہوتا۔جہاد اور نصرت کا فریضہ اصلاً اسلامی ملک میں مقیم مسلمانوں پر ہی عائد ہوتا ہے۔ یہ حکم اس وقت بھی ہوگا جب حملہ آور مسلمان مردوں کو قیدی بنائیں۔تاہم اگر وہ مسلمان عورتوں اور بچوں کو قید کریں تو اب ان کا چھڑانا ہر اس مسلمان پر فرض ہے جو اس کے لئے جدوجہد کی استطاعت رکھتا ہو، چاہے وہ غیر مسلم

ملک میں ہی مقیم ہو۔ [۵۲] ایسی صورت میں اگر وہ مسلح کاروائی کریں گے تو اس کے لئے یہ ضروری نہیں ہوگا کہ وہ پہلے باقاعدہ حکومت قائم کریں، بلکہ اتنا ہی کافی ہوگا کہ وہ منظم ہو کر امیر کی اطاعت میں جنگ کریں۔ اس نکتے کی مزید وضاحت آگے آزادی کی تحریکوں کی شرعی حیثیت پر بحث کے ضمن میں آئے گی۔

مقدرت کی شرط

جہاد کے حوالے سے ایک اہم بحث قدرت واستطاعت کی ہے۔ ہر شرعی فریضے کی طرح جہاد کے لئے بھی مقدرت شرط ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا۔ [۵۳]

''اللہ کسی نفس پر اس کی مقدرت سے زیادہ ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالتا۔''

عدم قدرت ہی کی وجہ سے نابینا اور دوسرے معذور افراد پر قتال کا فریضہ عائد نہیں ہوتا۔ ارشاد باری تعالی ہے:

لیس علی الضعفاء و لا علی المرضی و لا علی الذین لا یجدون ما ینفقون حرج اذا نصحوا للہ و رسولہ، ما علی المحسنین من سبیل، و اللہ غفور رحیم۔ [۵۴] ''ضعیف اور بیمار لوگ اور وہ لوگ جو جہاد میں شرکت کے لئے راہ نہیں پاتے اگر پیچھے رہ جائیں تو کوئی حرج نہیں جبکہ وہ خلوص دل سے اللہ اور اس کے رسول کے وفادار ہوں۔ ایسے محسنین پر کوئی الزام نہیں۔ اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔''

البتہ عدم قدرت کے لئے کوئی لگا بندھا اصول نہیں ہے کیونکہ حالات میں تبدیلی کے ساتھ حکم بھی تبدیل ہوتا ہے، نیز مختلف زمانوں میں جنگ کے طریقے بھی تبدیل ہوتے رہتے ہیں اور آلات حرب اور ہتھیاروں کی نوعیت بھی وقت کے ساتھ بدلتی رہتی ہے۔ اس لئے عین ممکن ہے کہ ایک زمانے میں ایک شخص قتال کے نااہل سمجھا گیا ہو اور دوسرے زمانے میں وہی شخص قتال کی قدرت رکھتا ہو، اور اس کے برعکس بھی ہوسکتا ہے۔ مذکورہ بالا آیت کریمہ میں معذورین سے رفع حرج کے ذکر کے ساتھ اذا نصحوا للہ و رسولہ کی قید لگی ہوئی ہے۔ اس سے معلوم یہ ہوا کہ قتال سے رہ جانے والوں سے یہ مطالبہ برقرار رہے گا کہ ان کی ہمدردیاں جنگ میں حصہ لینے والوں کے ساتھ ہوں۔ وہ جنگ میں عملی شرکت نہیں کر سکتے تو مالی امداد دے کر ہی حصہ ڈالیں، مقاتلین کے اہل وعیال کا خیال رکھیں، دعاؤں میں مجاہدین کو یاد رکھیں، کم از کم دل میں تمنا رکھیں کہ کاش وہ بھی اس عظیم فریضے کے ادا کرنے کے اہل ہوتے اور اس فریضے کے ادا کرنے سے قاصر رہ جانے پر انہیں افسوس ہو۔

و لا علی الذین اذا ما اتوک لتحملھم قلت لا اجد ما احملکم علیہ تولوا و اعینھم تفیض من الدمع حزنا الا یجدوا ما ینفقون، انما السبیل علی الذین یستاذنونک و ھم اغنیاء، رضوا بان یکونوا مع الخوالف و طبع اللہ علی قلوبھم فھم

لا یعلمون۔ (۵۵)

''اوران لوگوں پر بھی کوئی الزام نہیں جنہوں نے خود آکر تم سے درخواست کی تھی کہ ہمارے لئے سواریاں بہم پہنچائی جائیں تو تم نے کہا کہ میں تمہارے لئے سواریوں کا انتظام نہیں کر سکتا، پھر وہ واپس مجبوراً لوٹے اس حال میں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اس رنج کی وجہ سے کہ وہ اپنے خرچ پر جہاد میں شرکت کی مقدرت نہیں رکھتے۔البتہ اعتراض ان لوگوں پر ہے جو مالدار ہوتے ہوئے بھی پیچھے رہ جانے کے لئے تم سے اجازت طلب کرتے ہیں۔وہ اس پر خوش ہوئے کہ گھر بیٹھنے والیوں کے ساتھ بیٹھ رہیں، اوراللہ نے ان کے دلوں پر ٹھپہ لگادیا، پس اب یہ اپنی شامت اعمال کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔'' رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

من مات و لم یغز و لم یحدث بہ نفسہ مات علی شعبۃ من نفاق۔ (۵۶)

''جو اس حال میں مرا کہ نہ اس نے جنگ کی، نہ ہی اس کے دل میں جنگ میں شرکت کا خیال آیا تو وہ نفاق کے ایک شعبے پہ مرا۔''

اس کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ مسلمان فرد اور مسلمان امت دونوں انفرادی اور اجتماعی حیثیتوں میں قتال کے فریضے کی تیاری کریں اور دفاع کے لئے ہر وقت چوکس رہیں۔

یٰایھا الذین آمنوا خذوا حذرکم فانفروا ثبات او انفروا جمیعا، و ان منکم لمن لیبطئن۔ (۵۷)

''اے ایمان والو! دشمنوں کے مقابلے کے لئے ہر وقت چوکس رہو، پھر جیسا موقع ہو الگ الگ ٹولیوں کی صورت میں نکلو یا اکٹھے ہو کر۔ہاں تم میں بعض ایسے بھی ہیں جو لڑائی سے جی چراتے ہیں۔''

و اعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ و من رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ و عدوکم و آخرین من دونھم، لا تعلمونھم اللہ یعلمھم، و ما تنفقوا من شیء فی سبیل اللہ یوف الیکم و انتم لا تظلمون۔ و ان جنحوا للسلم فاجنح لھا وتوکل علی للہ، انہ ھو السمیع العلیم۔ (۵۸)

''اور جہاں تک تمہارا بس چلے زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلے کے لئے مہیا رکھو تا کہ ان کے ذریعے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دوسرے اعدا کو خوفزدہ کرو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے۔اور اللہ کی راہ میں جو کچھ تم خرچ کرو گے وہ پورا پورا تم کو لوٹا دیا جائے گا اور تم پر ذرہ برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔اور اگر دشمن صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کے لئے آمادہ ہو جاؤ، اور اللہ پر بھروسہ رکھو، یقیناً وہی سب کچھ سننے والے جاننے والا ہے۔''

ان آیات میں مومنوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ہمہ وقت چوکس رہیں اور دفاع کے فریضے کی اس شان سے تیاری کریں کہ ان کے ظاہری اور چھپے ہوئے دشمن انہیں دیکھ کر حملے کی ہمت ہی نہ کریں۔ ساتھ ہی کہا گیا ہے کہ اگر دشمن صلح کرنا چاہے تو آپ اس کی پیشکش قبول کیجیے اور اللہ پر بھروسہ کیجیے۔ گویا مومن دوسروں پر جنگ مسلط نہیں کریں گے لیکن اپنے دفاع سے غافل بھی نہیں رہیں گے۔ وہ اس سلسلے میں اپنی مقدور بھر کوشش کریں گے اور ساتھ ہی اللہ کی مدد کا یقین بھی رکھیں گے۔ پس مقدرت کی شرط کا یہ مطلب نہیں کہ عدم قدرت کا بہانہ بنا کر جہاد اور دفاع کے فریضے کی ادائیگی کی فکر ہی چھوڑ دیں۔ بلکہ اس شرط کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ مسلمان امت میں اجتماعی طور پر بھی اور ہر فرد کی سطح پر بھی اس فریضے کی ادائیگی کی کوششیں جاری رہیں۔

عدم قدرت کی صورت میں قتال کا فریضہ عائد نہیں ہوتا لیکن، جیسا کہ پیچھے بیان ہوا، قدرت کے ناپنے کیلئے کوئی خاص پیمانہ وضع نہیں کیا گیا۔ بعض لوگ سورۃ الانفال کی آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ اگر دشمن کی تعداد مومنوں کی بہ نسبت دوگنی سے زیادہ ہو تو قتال فرض نہیں ہوتا۔ یہ استدلال کئی وجوہ سے غلط ہے۔ اولاً تو آیت میں اس کا بیان نہیں ہو رہا کہ مومنوں اور دشمنوں میں کیا نسبت ہو تو قتال کا فریضہ عائد نہیں ہوتا بلکہ بیان یہ ہو رہا ہے کہ اگر دشمنوں کی تعداد دوگنی بھی ہو تو مومن میدان جنگ سے فرار اختیار نہیں کر سکتے، انہیں یقین ہونا چاہیے کہ اللہ انہیں غلبہ دے سکتا ہے

الأن خففف اللـه عنكم و علم ان فيكم ضعفا ، فان يكن منكم مائة صابرة يغلبوا مائتين ، و ان يكن منكم الف يغلبوا الفين باذن الله ، و الله مع الصبرين ۔ (۵۹)

''اب اللہ نے تمہارا بوجھ ہلکا کیا اور جان لیا کہ تم میں کمزوری ہے۔ پس اگر تم میں سے سو آدمی ثابت قدم ہوں تو وہ دو سو پر اور ہزار ہوں تو دو ہزار پر اللہ کے اذن سے غالب آئیں گے۔ اور اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو ثابت قدم ہوں۔''

بار ہا ایسا ہوا ہے کہ تعداد میں کم لوگ بہت بڑی لشکروں پر غالب ہو گئے ہوں۔ مسلمانوں کی تاریخ ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔

کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله ۔ (۶۰)

''بارہا ایسا ہوا ہے کہ ایک قلیل گروہ ایک بڑے گروہ پر اللہ کے اذن سے غالب آیا ہے۔''

سورۃ الانفال کی آیت سے زیادہ سے زیادہ یہ استدلال ہو سکتا ہے کہ اگر دشمنوں کی تعداد دوگنی سے بھی زائد ہو تو پھر مومن قتال کی کاروائی موخر کر سکتے ہیں بشرطیکہ ایسا کرنا ان کے بس میں ہو۔ یعنی مومنوں کو ایسی صورت میں قتال کی کاروائی شروع نہیں کرنی چاہیے۔ لیکن اگر حملہ دشمنوں کی جانب سے ہو تو پھر تعداد کا لحاظ کیے بغیر خون کے آخری قطرے تک دفاع کا فریضہ ادا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ ایسی صورت میں اگر ایک جگہ کے مسلمان کمزور ہوں اور

دفاع کی اہلیت نہیں رکھتے تو دوسرے مسلمانوں پر یہ فریضہ عائد ہوگا، یہاں تک کہ شرقاً و غرباً پوری دنیا کے مسلمانوں پر یہ فریضہ فرض عین کی صورت اختیار کرلے گا لیکن دفاع کا حکم ساقط نہیں ہوگا۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

مزید برآں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اس عددی نسبت کا لحاظ تو اس زمانے میں رکھا جاسکتا تھا جب افرادی قوت ہی میدان جنگ میں اہم کردار ادا کرتی تھی۔ موجودہ دور میں جبکہ سائنس اور ٹیکنالوجی نے فرد کی اہمیت کو نسبتاً کم کردیا ہے کیا زیادہ اہم سوال یہ نہیں ہوگا کہ ٹیکنالوجی کے لحاظ سے دشمن کہاں کھڑا ہے؟ اگر مسلمان فوج کی تعداد دس ہزار ہے مگر اس کے پاس روایتی بندوق ہیں اور دشمن کی تعداد سو ہے مگر اس کے پاس جدید ترین ہتھیار ہیں تو مقدرت کا اندازہ تعداد سے لگایا جائے گا یا اسلحے کی نوعیت سے؟

نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ تعداد کا اندازہ لگاتے ہوئے کیا صرف باقاعدہ فوج کو دیکھا جائے گا یا مسلمان آبادی کی کل تعداد دیکھی جائے گی؟ کیونکہ، جیسا کہ پیچھے بھی واضح ہوا اور آگے بھی ذکر آئے گا، بعض صورتوں میں قتال ہر ہر مسلمان پر نماز اور روزے کی طرح فرض عینی کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔ کیا اس کا لازمی تقاضا یہ نہیں ہے کہ ہر مسلمان کم از کم بنیادی فنون سپہ گری اور اسلحے کے استعمال سے واقف ہو، بنیادی فوجی ٹریننگ ہر شہری کو دی گئی ہو اور شہری دفاع کے اصولوں سے بھی واقف ہوں؟ ہمارے نزدیک تو شریعت کے احکام کا مقتضی یہی ہے۔ ہوسکتا ہے بعض لوگ اسے تشدد پسندی قرار دیں کیونکہ ہوا ہی آج کل ایسی چلی ہے کہ عام شہری کا تو فوجی امور سے واقفیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا فوجیوں کو بھی بھل صفائی اور میٹر ریڈنگ کے کام سونپ دیے جاتے ہیں۔ بقول اقبال ؎

شکایت ہے مجھے یا رب! خداوندان مکتب سے
سبق شاہیں بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا

آزادی کی تحریکیں اور جہاد:

اگر مسلمان کسی غیر مسلم ملک میں مقیم ہیں اور وہاں انہیں اپنے دین پر عمل کی اجازت نہیں دی جاتی یا ان پر دیگر مظالم ڈھائے جاتے ہیں تو ان کے سامنے دو راستے ہوں گے: یا تو وہ کسی مسلم ملک کو یا ایسے غیر مسلم ملک کو ہجرت کریں جہاں وہ ان مظالم سے بچ سکیں۔ یا وہ خود اپنے حقوق کے تحفظ کیلئے وہیں مقیم رہ کے جدوجہد کریں۔ یہ مؤخر الذکر صورت آزادی کی تحریک میں بھی تبدیل ہوسکتی ہے۔ اس صورت میں یہ ضروری نہیں کہ وہ مسلح جدوجہد ہی کریں۔ بلکہ اصولاً تو انہیں پہلے پرامن ذرائع ہی اختیار کرنے ہوں گے۔ تاہم اگر ضرورت پڑے تو اپنے حقوق کے تحفظ کیلئے وہ طاقت کا استعمال بھی کرسکتے ہیں اور اس سلسلے میں وہ کسی کو امیر چن کر قتال کا راستہ اختیار کرسکتے ہیں۔ ہجرت اور حق خود ارادیت کی تحریک، ہر دو صورتوں میں وہ دیگر اسلامی ممالک سے مدد بھی طلب کرسکتے ہیں اور ان ممالک پر ان کی مدد واجب ہوگی الا یہ کہ وہ اس محارب ملک کیساتھ امن کے معاہدے میں بندھے ہوں۔ اسکی مزید وضاحت آگے آئیگی۔

مسلمان پر اس سرزمین سے ہجرت واجب ہو جاتی ہے جہاں وہ اپنے دین پر عمل نہ کر سکتا ہو۔ قرآن کریم نے صراحتاً ان لوگوں کو جہنمی ٹھرایا ہے جو استطاعت رکھنے کے باوجود ہجرت نہ کریں اور دین پر عمل سے بھی رکے رہیں۔

ان الذین توفٰھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم، قالوا فیم کنتم، قالوا کنا مستضعفین فی الارض، قالوا الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا، فاولٰئک ماوٰھم جھنم، وساءت مصیرا۔ الا المستضعفین من الرجال والنساء والولدٰن الذین لا یستطیعون حیلۃ ولا یھتدون سبیلا۔ فاولٰئک عسی اللہ ان یعفو عنھم، وکان اللہ عفوا غفورا۔ (۶۱)

''جو لوگ اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے ان کی روحیں جب فرشتوں نے قبض کیں تو ان سے پوچھا کہ یہ تم کس حال میں مبتلا تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم زمین میں کمزور و مجبور تھے۔ فرشتوں نے کہا کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور کیا ہی برا ٹھکانا ہے! ہاں جو مرد، عورتیں اور بچے واقعی بے بس ہیں اور نکلنے کا کوئی راستہ اور ذریعہ نہیں پاتے بعید نہیں کہ اللہ انہیں معاف کر دے۔ اور اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔''

امام ابن قدامہ نے ہجرت کی مختلف صورتوں کے حکم کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ کسی غیر مسلم ملک میں مسلمانوں کو یا تو دین پر عمل کی اجازت ہوگی یا نہیں ہوگی۔ پھر ہر دو صورتوں میں وہ یا تو ہجرت کی استطاعت رکھتے ہوں گے یا نہیں ہوں گے۔ یوں کل چار صورتیں ہو جاتی ہیں:

۱) اگر انہیں دین پر عمل نہیں کرنے دیا جا رہا اور وہ ہجرت کی استطاعت رکھتے ہوں تو ان پر ہجرت واجب ہوگی۔

۲) اگر انہیں دین پر عمل کی اجازت بھی ہو اور وہ ہجرت کی استطاعت بھی رکھتے ہوں تو ان پر ہجرت واجب تو نہیں ہوگی البتہ مندوب ہوگی کیونکہ غیر مسلموں کے بیچ میں رہ کر وہ اپنے اور اپنی اولاد کے دین کو خواہ مخواہ خطرے میں ڈال رہا ہے۔ مزید یہ کہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر وہ انہیں تقویت پہنچا سکے گا۔

۳) اگر انہیں دین پر عمل کی اجازت نہیں لیکن وہ ہجرت کی استطاعت بھی نہ رکھتے ہوں تو ان کیلئے ہجرت نہ واجب ہوگی اور نہ ہی مندوب۔ البتہ کم از کم جائز ہوگی اور دیگر علاقوں کے مسلمانوں پر ان کی مدد واجب ہوگی۔

۴) اگر انہیں دین پر عمل کی اجازت ہو لیکن وہ ہجرت کی استطاعت نہ رکھتے ہوں تو ان کے لئے بھی ہجرت نہ واجب ہوگی اور نہ ہی مندوب، البتہ کم از کم جائز ہوگی۔ ابن قدامہ نے اس صورت کا ذکر نہیں کیا، تاہم اس کے استدلال کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس صورت میں ہجرت کو واجب یا مندوب نہ کہا جائے۔ (۶۲)

(جاری ہے)

مدیر کے قلم سے

تعارف تبصرہ کتب

ماہنامہ: آب حیاتِ لاہور (خصوصی شمارہ) اپریل ۲۰۰۵ء ضخامت: ۲۹۰صفحات

قیمت: ۳۰/- روپے پتہ: دفتر ماہنامہ آب حیات ۔۱۴۹ فیروز پور روڈ لاہور

ماہنامہ ''آب حیات'' جو کہ ملک کے نامور ادیب ممتاز اہل قلم اعلیٰ پایہ کے مدرس اور ہمہ پہلو شخصیت مولانا محمود الرشید حدوٹی کی زیرادارت ہر ماہ باقاعدگی سے شائع ہوتا ہے اور جس نے قلیل مدت میں اپنا ایک خاص مقام علمی و ادبی حلقوں میں پیدا کیا ہے۔ یہ سہرا اس کے مدیر شہیر کے سر جاتا ہے جن کی شبانہ روز کوششوں سے یہ ماہنامہ آج اس مقام پر کھڑا ہے۔......... زیر تبصرہ رسالہ سیرت انبیاء کرام علیہم السلام پر خصوصی اشاعت ہے جس میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبین حضرت محمد ﷺ تک ۲۱ رانبیاء کرام کے متعلق انتہائی معلومات افزاء مضامین ومقالات ہیں۔ جس سے روح کو بالیدگی اور طراوت ملتی ہے اس سے پہلے مختلف حوالوں سے اس رسالے کی خصوصی اشاعتیں نکلی ہیں اور وہ اہل علم وارباب قلم سے داد تحسین پا چکی ہیں۔ مثلاً سیرت النبیؐ نمبر ۲۔ سیرت النبی کا عسکری پہلو ۳۔ خصوصی سیرت النبیؐ ۴۔ سقوط بغداد ۵۔ ارتداد مہم نمبر ۶۔ شفائیہ اجتماع نمبر ۷۔ آخری دس سورتوں کی تفسیر نمبر ۸۔ اسلامی عبادات نمبر ۹۔ نغمہ زنداں ۱۰۔ بیماری کا علاج نمبر ۱۱۔ معاشی نظام نمبر

موجودہ خصوصی اشاعت بھی اسی سلسلہ الذھب کی ایک خوبصورت ومربوط کڑی ہے بلاشبہ یہ خصوصی اشاعت بھی دوسرے خصوصی نمبرات کی طرح اس قابل ہے کہ اسے لائبریری کی زینت بنائی جائے۔ دیدہ زیب کمپوزنگ اور خوبصورت ٹائٹل کی طرح اگر کاغذ بھی معیاری استعمال کیا جاتا تو پرچے کا حسن دوبالا ہو جاتا۔

کتاب: جمالِ محمدؐ کا دلربا منظر مؤلف: مولانا عبدالقیوم حقانی ضخامت: ۲۰۶ صفحات

قیمت: ۱۲۰/- روپے ناشر: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرۃ خالق آباد نوشہرہ

مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے موفق من اللہ قلم سے نوازا ہے۔ اور تصنیف وتالیف کی دنیا میں اپنی نظیر آپ ہیں۔ مہینہ ڈیڑھ مہینہ بعد ان کی کوئی نہ کوئی تصنیف یا تالیف مارکیٹ میں آتی ہے۔ آپ درجنوں کتابیں تحریر کر چکے ہیں۔ اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے اللہ تعالیٰ ان کے علم وقلم میں مزید برکت ڈالے تاکہ امت کو اس قسم کی علمی سوغاتوں سے نوازتے رہیں۔ .... (بقیہ صفحہ ۲۹ پر)

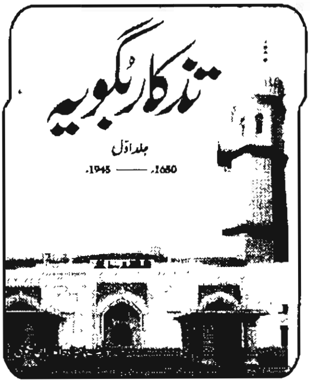

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

تذکارِ بگویہ جلد اول

1650ء تا 1945ء

مؤلف ڈاکٹر صاحبزادہ انوار احمد بگوی

برصغیر پاک و ہند خصوصاً متحدہ پنجاب کے ممتاز خاندانِ بگویہ کی علمی، تعلیمی، روحانی اور سیاسی خدمات کا حسین مرقع، مذہبی تناظر میں معاصر شخصیات اور تحریکوں کا تذکرہ

اعلیٰ طباعت | نفیس جلد

صفحات=910 | خصوصی رعائتی قیمت /450روپے

ملنے کا پتہ

مجلس حزب الانصار بھیرہ ضلع سرگودھا 0486-690847

مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور 0300-4235658

الفیصل ناشرانِ کتب۔ غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور فون نمبر 042-7230777

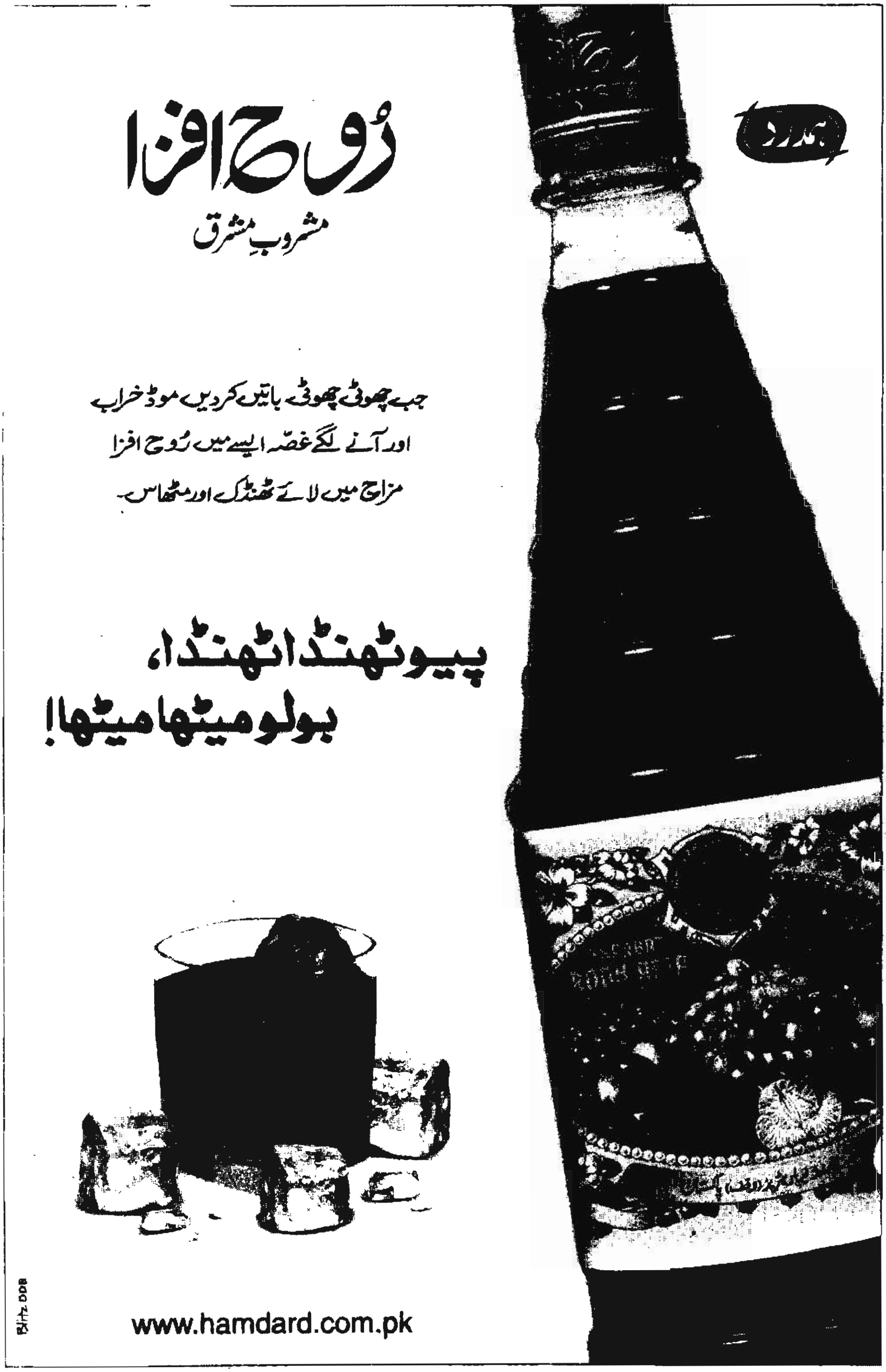

روح افزا
مشروبِ مشرق
ہمدرد
جب چھوٹی چھوٹی باتیں کردیں موڈ خراب
اور آنے لگے غصہ ایسے میں رُوح افزا
مزاج میں لائے ٹھنڈک اور مٹھاس۔
پیو ٹھنڈا ٹھنڈا،
بولو میٹھا میٹھا!
www.hamdard.com.pk

وفاق المدارس
کے زیر اہتمام
پہلا تاریخ ساز

دینی مدارس کنونشن

زیر صدارت: شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان دامت برکاتہم (صدر الوفاق)

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

کے سالانہ امتحانات سال ۱۴۲۴ھ (2003ء)، ۱۴۲۵ھ (2004ء) میں اوّل، دوم، سوم آنے والے طلباء و طالبات کو

15 مئی 2005ء بروز اتوار بوقت 9 بجے صبح "کنونشن سنٹر اسلام آباد"

میں ایک پُروقار تقریب میں پہلی مرتبہ مُلکی سطح پر انعامات اور متعلقہ مدارس کو تعریفی سندات دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

اس کنونشن سے مُلک کی ممتاز دینی، قومی شخصیات، اہل علم وفضل اور علماء ومشائخ خطاب فرمائیں گے

اس پُروقار تقریب میں مختلف ممالک کے سفراء، وطنِ عزیز کی اہم شخصیات اور مدارسِ دینیہ کے نمائندگان شریک ہوں گے۔ گزشتہ دو سالوں میں اوّل، دوم، سوم آنے والے طلباء 14 مئی بروز ہفتہ بوقت ظہر جامعۃ الاسلامیہ الفریدیہ اسلام آباد میں حاضر ہو کر اپنے کوائف درج کرائیں۔ جبکہ طالبات اپنے محرم رشتہ دار کے ساتھ جامعہ حفصہ للبنات مرکزی جامع مسجد لال، اسلام آباد میں حاضری دیں۔ طلباء وطالبات کے تقسیم انعامات کی تقاریب کنونشن سنٹر کے الگ الگ ہالوں میں منعقد ہوں گی۔ اور طالبات کے انعامات کی تقریب میں صرف خواتین شریک ہوں گی۔ انعام حاصل کرنے والے طلباء وطالبات، متعلقہ مدارس کے مہتمم حضرات اور "وفاق المدارس" کی مجلسِ عاملہ کے ارکان اور مسئولین کو دعوت نامے ارسال کردیئے گئے ہیں۔ تاہم اس اشتہار کو بھی دعوت نامہ تصور فرمایا جائے۔

اس اہم پروگرام میں درج ذیل عنوانات پر مُلک کے ممتاز اہلِ علم وقلم حضرات اظہارِ خیال فرمائیں گے:

☆ برصغیر میں دینی مدارس کا معاشرتی کردار ☆ تحریک پاکستان اور دینی مدارس ☆ تحریک آزادی اور دینی مدارس ☆ اصلاحِ معاشرہ اور دینی مدارس ☆ تجدیدی تحریکیں اور دینی مدارس ☆ تحفظ عقائد میں دینی مدارس کا کردار ☆ دینی مدارس اور مغربی تہذیب وفلسفہ ☆ دورِ جدید کا فکری چیلنج اور دینی مدارس ☆ عالم اسلام پر برصغیر کے دینی مدارس کے اثرات ☆ عربی زبان کے فروغ کے لئے دینی مدارس کی جدوجہد ☆ تحفظ ختم نبوت اور دینی مدارس ☆ وفاق المدارس کی جدوجہد کا مرحلہ وار جائزہ ☆ دعوتِ اسلامی کی عالمی جدوجہد اور دینی مدارس ☆ دینی مدارس اور جدید تعلیمی تقاضے ☆ دینی مدارس کی اجتہادی خدمات ☆ گلوبلائزیشن اور دینی مدارس ☆ دینی مدارس کے تعلیمی نظام ونصاب کا جائزہ ☆ جدید علوم وفنون اور دینی مدارس ☆ پاکستان میں علم کے فروغ کے لئے وفاق المدارس کی کارکردگی ☆ قرآن وسنت کی روشنی میں قوم کی راہنمائی ☆ دینی مدارس کا بنیادی مقصد ☆ دینی مدارس کی صحافتی خدمات ☆ دینی مدارس پر قدامت پسندی کا الزام اور اس کی حقیقت

نوٹ: اہلِ قلم حضرات ان عنوانات پر اپنا مضمون تحریر فرما کر درج ذیل پتہ پر ارسال فرمائیں۔
یہ مضامین خصوصی اشاعت میں شامل کئے جائیں گے۔

الداعی الی الخیر: محمد حنیف جالندھری، ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

رابطہ: جامعہ خیر المدارس بیرون دہلی گیٹ ملتان
فون: 061-544440 فیکس: 061-545524

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

مطبوعات مؤتمر المصنفین

نمبر شمار	نام کتاب	تصنیف	افادات	صفحات
۱	حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ	حضرت مولانا سمیع الحق	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ	۵۳۶
۲ـ	دعواتِ حق ـ (مکمل دو جلد)	" " "	" " " " "	۱۱۹۴
۳ـ	قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ	" " "	" " " " "	۴۰۰
۴ـ	عبادات و عبدیت	" " "	" " " " "	۸۸
۵ـ	مسئلہ خلافت و شہادت	" " "	" " " " "	۱۰۴
۶ـ	صحبتے با اہل حق (مجلد)	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۴۰۸
۷ـ	اسلام اور عصر حاضر (مجلد)	حضرت مولانا سمیع الحق	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۶۰
۸ـ	قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق	" " "	" " " " "	۹۶
۹ـ	کاروان آخرت (مجلد)	" " "	" " " " "	۴۴۶
۱۰	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ خصوصی نمبر	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۱۲۰۰
۱۱ـ	قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف	حضرت مولانا سمیع الحق	" " " " "	۲۰۸
۱۲	قادیان سے اسرائیل تک	" " "	" " " " "	۲۲۴
۱۳ـ	قومی اور ملّی مسائل پر جمعیت کا موقف	" " "	" " " " "	-
۱۴ـ	میری علمی اور مطالعاتی زندگی (مجلد)	" " "	" " " " "	۵۶۰
۱۵ـ	روی الحاد	" " "	" " " " "	۲۳۰
۱۶ـ	فتاویٰ حقانیہ	مولانا مفتی مختار اللہ	حضرت شیخ الحدیث و مفتیان حقانیہ	۳۶۰۰
۱۷ـ	خطبات حق	" " "	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۵۰
۱۸	نظام اکل و شرب	" " "	" " " " "	۴۵۰
۱۹ـ	صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۵۰۰
۲۰ـ	شرح شمائل ترمذی		" " " " "	زیر طبع
۲۱	مروجہ کرنسی کیلئے معیار نصاب سونا یا چاندی	مولانا مفتی مختار اللہ	مولانا مفتی مختار اللہ	زیر طبع
۲۲	انوارِ حق (جلد اول)	حافظ سلمان الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق حقانی	۲۶۰